بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

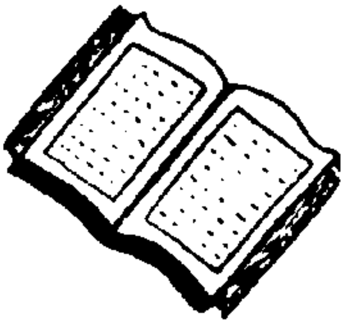

جمال و حسنِ قرآں نورِ جانِ ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

فون ۶۹۲

الفرقان

یعنی

"مذاہبِ عالم پر نظر"

مارچ ۱۹۷۲ء

مدیر مسئول
ابو العطاء جالندھری

سالانہ اشتراک
پاکستان — دس روپے
بیرونی ممالک ہوائی ڈاک — اڑھائی پونڈ
بیرونی ممالک بحری ڈاک — سوا پونڈ
فی پرچہ پاکستان — ایک روپیہ

جماعت احمدیہ کا مستقبل

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا جماعت سے ایمان افروز خطاب

"یہ مت خیال کرو کہ خدا تمہیں ضائع کر دیگا۔ تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو جو زمین میں بویا گیا۔ خدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑھیگا اور پھولیگا اور ہر ایک طرف سے اس کی شاخیں نکلیں گی اور ایک بڑا درخت ہو جائیگا۔ پس مبارک وہ جو خدا کی بات پر ایمان رکھے اور درمیان میں آنے والے ابتلاؤں سے نہ ڈرے کیونکہ ابتلاؤں کا آنا بھی ضروری ہے۔ تا خدا تمہاری آزمائش کرے کہ کون اپنے دعوی بیعت میں صادق اور کون کاذب ہے۔ وہ جو کسی ابتلاء سے لغزش کھائیگا وہ کچھ بھی خدا کا نقصان نہیں کریگا اور بدبختی اس کو جہنم تک پہنچائے گی۔ اگر وہ پیدا نہ ہوتا تو اسکے لئے اچھا تھا۔ مگر وہ سب لوگ جو اخیر تک صبر کرینگے اور ان پر مصائب کے زلزلے آئینگے اور حوادث کی آندھیاں چلیں گی اور قومیں ہنسی اور ٹھٹھا کریں گی اور دنیا ان سے سخت کراہت کے ساتھ پیش آئے گی وہ آخر فتحیاب ہوں گے اور برکتوں کے دروازے ان پر کھولے جائیں گے۔ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں اپنی جماعت کو اطلاع دوں کہ جو لوگ ایمان لائے ایسا ایمان جو اس کے ساتھ دنیا کی ملونی نہیں اور وہ ایمان نفاق یا بزدلی سے آلودہ نہیں۔ اور وہ ایمان اطاعت کے کسی درجہ سے محروم نہیں۔ ایسے لوگ خدا کے پسندیدہ ہیں اور خدا فرماتا ہے کہ وہی ہیں جن کا قدم صدق کا قدم ہے۔"

(الوصیت ۔ مطبوعہ دسمبر ۱۹۰۵ صفحہ ۹)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلد ۲۴ نمبر ۳	ماہنامہ **الفرقان** ربوہ مارچ ۱۹۷۴ء	صفر ۱۳۹۴ ہجری قمری امان ۱۳۵۳ ہجری شمسی

دینی اور تعلیمی و تبلیغی مجلہ

الفرقان ۔ ربوہ

ایڈیٹر:۔ ابوالعطاء جالندھری

ادارۂ تحریر

بشیر احمد خان رفیق بی۔ اے، لندن

عطاء المجیب راشد ایم۔ اے، ربوہ

دوست محمد شاہد مولوی فاضل، ربوہ

سالانہ اشتراک

پاکستان :۔ دس روپے

فی پرچہ :۔ ایک روپیہ

بیرونی ممالک

ہوائی ڈاک :۔ ۲½ پاؤنڈ

بحری ڈاک :۔ ۱½ پاؤنڈ

ترتیب

• "اسرائیل" قائم کرنے والے مجرم لوگ — ایڈیٹر — ص ۲
(سردار عبدالقیوم صدر آزاد کشمیر کا اپنا اعتراف)

• شذرات — ایڈیٹر — ۳

• روس کی اشتراکی پالیسی اور طرزِ عمل کے بعض متضاد پہلو — (ایک تحقیقی مقالہ) — جناب ابن حسن صاحب جاوید — ۹

• احمدیت کی ترقی رُک سکے ممکن نہیں (نظم)
جناب شیخ رحمت اللہ خان صاحب شاکر سیالکوٹ — ۱۹

• سورہ فاتحہ اور مستشرقین (صراط عربی لفظ ہے) — جناب شیخ عبدالقادر صاحب محقق۔ لاہور — ۲۰

• ہمارے مجاہدین — (نظم)
جناب چودھری شبیر احمد صاحب واقفِ زندگی — ۲۴

• بزرگانِ سلف کی بعض کتابوں میں تبدیلی کا ناپاک منصوبہ — (مفصل تحقیقی مضمون) — مولانا دوست محمد صاحب شاہد — ۲۵

• محترم چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحب کے کھانا کا شرعی حکم اور علامہ اقبال — ۴۳

درخواست دعا

محترم سیٹھ محمد اعظم صاحب تشویشناک طور پر بیمار ہیں احباب سے دعائے خاص کی درخواست ہے۔ ابوالعطاء جالندھری

ادارِیہ

اُسرائیل قائم کرنے والے مجرم لوگ!

سردار عبدالقیوم صدر آزاد کشمیر کا اپنا اعتراف

انگریز یقیناً مجرم تھے کہ انہوں نے جنگِ عظیم کے وقت لارڈ بالفور کے ذریعہ یہودیوں کے لئے فلسطین میں وطن قومی کا وعدہ کیا مگر ان سے بھی بڑھ کر اسرائیل قائم کرنے والے اصل مجرموں کا پتہ سردار عبدالقیوم صدر آزاد کشمیر نے دیا ہے۔ سردار صاحب نے ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ (آخر دسمبر ۱۹۷۳ء) میں تقریر کرتے ہوئے اپنا مشاہدہ بیان کیا کہ۔

"میں نے دیکھا ہے کہ انہوں (یہودیوں) نے کس طرح اپنی بچیوں کو وقف کر رکھا تھا۔ ۱۹۵۰ء سے پہلے وہاں (فلسطین میں) مجھے رہنے کا موقعہ ملا تھا کہ کس طرح وہ اپنی خوبصورت اور نوجوان بچیوں کو وقف کر رہے تھے تاکہ وہ عرب لڑکوں کے پیچھے پھریں اور ان کو آوارہ کریں اور پھر ان کی جائداد پر قبضہ کر لیں اور یہ فلسطین جس کا جھگڑا آپ کر رہے ہیں یعنی ایک تو وہ فلسطین ہے جو پہلے یہودیوں کے پاس تھا میں اسکی بات کر رہا ہوں۔ یہ تو بعد میں انہوں نے حملے وغیرہ کر کے کچھ اور علاقہ لیا ہے تو پہلے یہودیوں نے وہ خریدا تھا اسی طریقہ سے اور میرے سامنے انہوں نے خریدا ہے اور خریدا اس طرح کہ عرب لڑکے کے پیچھے اپنی بیٹی لگا دی اس نے عیاشی کر کے باپ کی دولت لُٹا دی اور اسی یہودی کا پھر مقروض ہو گیا جس نے بعد میں وہ باغ خرید لیا۔ یہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔" (ہفت روزہ لولاک لائلپور ۲۶ فروری ۱۹۷۴ء)

قارئین کرام! اس اقتباس پر غور فرمائیں۔ اوّل تو یہ سوال ہے کہ سردار عبدالقیوم اُس وقت فلسطین میں کس مقصد کے لئے ٹھہرے ہوئے تھے؟ کیا انگریزوں نے انہیں وہاں ٹھہرا رکھا تھا؟ دوم جب وہ اپنی آنکھوں سے اس گندے طریق سے اسرائیل بنتا دیکھتے تھے تو وہ ٹس سے مس کیوں نہیں ہوتے تھے؟ سوم وہ نہ عرب نوجوانوں کو اس بداخلاقی کے تباہ کُن طریق سے روکتے تھے اور نہ دنیائے اسلام میں شور مچاتے تھے کہ یہ ظلم ہو رہا ہے کیوں نہ سمجھا جائے کہ یہودیوں کی سازش میں سردار صاحب خود بھی شریک تھے؟

پھر سوچا جائے کہ جب فلسطین میں خود عرب نوجوانوں نے سردار صاحب کی آنکھوں کے سامنے اس بدکرداری سے اسرائیل بنایا ہے تو شورش صاحب، سردار عبدالقیوم اور ان کے ساتھی اتنا بڑا شرانگیز جھوٹ کیوں بول رہے ہیں کہ اسرائیل احمدیوں نے بنایا ہے ع کچھ تو خوفِ خدا کرو لوگو! ❖

شذرات

۱۔ مفتیٔ اعظم فلسطین کا تازہ ارشاد

ہفت روزہ اخبار اہلحدیث لاہور لکھتا ہے کہ :-

"مفتیٔ اعظم فلسطین سید امین الحسینی .... نے اسلامی کانفرنس سے فراغت کے بعد ایک استقبالیہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا :-

"مغربی ممالک نے یہودیوں کے ایماء پر عالمِ اسلام کے خلاف یلغار شروع کر دی ہے اور ثقافتی لبادہ اوڑھ کر مسلمانوں کے اخلاق بگاڑنے کی کوشش کر رہے ہیں - اسی طرح مشنری ہسپتالوں اور سکولوں کی آڑ میں بھی یہودی اپنا لٹریچر مسلمانوں کی نئی نسل تک پہنچانے کی کوشش کر رہے ہیں تاکہ مسلمان اپنا تبلیغی مشن بھول جائیں۔"

(اہلحدیث لاہور ۸ر مارچ ۱۹۷۴ء)

الفرقان - محترم سید امین الحسینی نے جن امراض کی نشاندہی کی ہے ان کا علاج ہونا چاہیئے - اخلاقی بگاڑ سے مسلمانوں کو بچانا چاہیئے اور یہودی لٹریچر کا صحیح جواب دینا چاہیئے اور اسلام کے تبلیغی مشن کو جاری رکھنا چاہیئے - یہود کی یلغار کا یہی درست مداوا ہے جسے جماعت احمدیہ نے اختیار کر رکھا ہے۔

۲۔ سربراہی کانفرنس نے "تین بنیادی امیدوں" کو پورا نہیں کیا

ہفت روزہ الاعتصام لاہور کے مدیر صاحب لکھتے ہیں :-

"کانفرنس سے اور بھی کئی توقعات اور امیدیں وابستہ تھیں جن کی کوئی واضح صورت کانفرنس کے اعلانات اور فیصلوں میں نظر نہیں آئی - مثلاً عالمِ اسلام کے ایک متفقہ لیڈر کا انتخاب - جس کی طرف یوگنڈا کے صدر عدی امین نے توجہ دلائی جہاد کی اہمیت کی بھی کوئی گونج کانفرنس میں سنائی نہیں دی - اسی طرح اسلامی نظامِ حیات کو اپنانے کے بارے میں بھی کسی قسم کا عزم و اعلان نہیں کیا گیا - حالانکہ یہ تینوں مسائل اپنی جگہ بڑے ضروری ہیں اور بنیادی اہمیت کے حامل ہیں اور ان کے بغیر نہ صحیح معنوں میں عالمِ اسلام کا اتحاد بروئے کار آسکتا ہے نہ وہ روح و جذبہ مسلمانوں میں پیدا ہو سکتا ہے جو اُن کے مسائل کو حل کر سکے۔"

(الاعتصام لاہور ۸ر مارچ ۱۹۷۴ء)

الفرقان - اندریں حالات اہلحدیثوں کے نزدیک اتنی بڑی کانفرنس کا کوئی قابلِ ذکر نتیجہ نہ نکلا - نہ عالم

اسلام کا اتحاد بروئے کار نہ آیا اور نہ مسائل حل کرنیوالا عزم و جذبہ پیدا ہوا ع نشستند و گفتند و برخواستند۔

۳۔ بریلوی دیوبندی ایک دوسرے کے جنازے میں نہیں جاتے

سردار عبد القیوم صدر آزاد کشمیر نے تقریر میں کہا کہ :۔

"آپس میں تکفیر کا سلسلہ بند کر دیں۔ اگر قادیانیوں جیسا سلوک ہم آپس میں بھی ایک دوسرے سے کریں، بریلوی دیوبندی جھگڑے کریں تو میں ادب سے عرض کروں گا علماء کرام سے کہ اگر بریلوی دیوبندی ایک دوسرے کے جنازے میں نہیں جاتے اور قادیانیوں کے جنازے میں بھی نہیں جاتے تو پھر فرق کیا ہے؟"

(ہفت روزہ لولاک لائل پور ۲۶ فروری ۱۹۷۴ء)

الفرقان۔ جب سب فرقے ایک دوسرے کو کافر قرار دے رہے ہیں اور آپس میں بھی تکفیر کرتے اور جنازہ نہ پڑھنے کے لحاظ سے ویسا ہی سلوک کر رہے ہیں جیسا "قادیانیوں" سے کرتے ہیں تو صدر آزاد کشمیر ان سب کو بھی غیر مسلم اقلیت اور مرتد کیوں قرار نہیں دیدیتے؟

۴۔ "ہم نے یہود کے نقوش پا کی پیروی کی"

ہفت روزہ المنبر لائل پور کے ایڈیٹر مولوی عبد الرحیم اشرف لکھتے ہیں :۔

"امت مسلمہ پر درحقیقت وہی زوال و ادبار شروع ہوا جو بنی اسرائیل یہود کی ذلت کا باعث بنا تھا اور اس کا سبب بھی بعینہٖ وہی تھا جو یہود کے ہاں وجہ بنا تھا اور یہ تھا اللہ ذوالجلال کی عطاء کردہ نعمت ایمان و یقین کی ناشکری اور اس سے فرد تر اشیاء کی جانب لڑھکاؤ۔۔۔ **ہم نے بھی یہود کے نقوش پا کی پیروی کی۔**"

(المنبر لائل پور ۱۸ جنوری ۱۹۷۴ء ص۵)

الفرقان۔ جب زوال و ادبار اور ذلت یہود والی ہے اور اس کا موجب اور سبب بھی یہود والا ہے اور آپ نے پیروی بھی یہود کی کی ہے تو پھر علاج کے لئے آپ مسیحا کا وجود کیوں ضروری نہیں مانتے؟

۵۔ "قادیانیوں کو کیا کہتے ہو چھوڑو اس مسئلے کو"

سردار عبد القیوم صاحب صدر آزاد کشمیر کی تقریر کا اقتباس ہے :۔

"میں نے ایسی جگہ بھی دیکھی ہیں کہ یہ فلاں کی مسجد ہے اس میں فلاں نہیں آسکتا۔ فلاں آئے تو مسجد کو دھو ڈالو۔ اگر یہ بات ہے تو پھر قادیانیوں کو کیا کہتے ہو چھوڑو اس مسئلے کو۔۔۔ اسلام کے بنیادی اصولوں کے متعلق تو علماء لوگوں کو کچھ نہیں بتاتے اختلافی مسائل پر خوب تقریر کرتے ہیں لیکن میں نے دیکھا ہے کہ نماز میں نہ کوئی رکوع ٹھیک کرتا ہے نہ سجدہ۔"

(لولاک لائل پور ۲۶ فروری ۱۹۷۴ء)

الفرقان۔ علماء کی یہ حالت ہے، عوام کا رکوع و سجود ٹھیک نہیں، مسجدوں کی ویرانی کی یہ حالت ہے

تو پھر احمدیوں سے آپ کی دشمنی نری جہالت ہے حالانکہ احمدیوں کی مسجدیں تو نمازوں کے لئے سب کے لئے کھلی ہیں۔

۶۔ "بوڑھے نادان شاعر کی ہرزہ سرائی"

مشہور شاعر حفیظ جالندھری بھی ان دنوں احمدیت کی اندھادھند مخالفت کر رہے ہیں۔ مدیر ماہنامہ الحق کے نام لکھتے ہیں :-

"ان (قادیانیوں) کو ناپاک کوڑھی لوگوں سے بھی زیادہ اپنے لئے خطرناک گردانا چاہیئے۔ میں چاہتا ہوں میری اس تجویز پر غور کیا جائے اور اگر یہ محض ایک بوڑھے نادان شاعر کی ناقابل قبول ہرزہ سرائی نہ ہو تو اس کو ایک زندہ تحریک کی صورت دینے کا اہتمام ضروری ہے۔"

(الحق اکوڑہ خٹک مارچ ۷۴ء ص ۳۳)

الفرقان۔ جناب حفیظ صاحب ۱۹۲۹ء میں اپنا شاہنامہ سنانے کے لئے قادیان گئے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کو بھی دکھایا۔ الفضل میں یہ بھی شائع ہوا کہ :-

"چونکہ طباعت کے لئے کچھ امداد کی ضرورت تھی حضور نے یہ پسند فرمایا کہ ایک سو جلد کی پیشگی قیمت حفیظ صاحب کو بکڈپو دے کر ان سے سو جلدیں خرید لے۔"

(الفضل ۱۲ر نومبر ۲۹ء)

باندریں حالات حفیظ صاحب کی تجویز بڑھاپے کی "ہرزہ سرائی" ہی سمجھی جائے گی۔

۷۔ احمدیوں کی کتابیں دلوں پر اثر کرتی ہیں

مولوی عبدالقادر صاحب رائے پوری کے ملفوظات میں درج ہے کہ :-

"مولوی احمد رضا خان صاحب نے ایک دفعہ مرزائیوں کی کتابیں منگوائی تھیں۔ اس غرض سے کہ ان کی تردید کریں گے۔ میں نے بھی دیکھیں۔ قلب پر اتنا اثر ہوا کہ اسطرف میلان ہو گیا اور ایسا معلوم ہونے لگا کہ سچے ہیں۔" (سوانح مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوری مرتبہ مولوی علی احمد صاحب ص۱۲۲)

الفرقان۔ یہی وجہ ہے کہ علماء صاف دل لوگوں کو احمدیہ لٹریچر کے مطالعہ سے روکتے رہتے ہیں اور احمدیوں کی باتیں سننے سے منع کرتے اور ان سے دور رہنے کی تلقین کرتے رہتے ہیں۔

۸۔ شورش صاحب بتائیں کہ یہ کس کے شعر ہیں؟

ہفت روزہ لاھور لاہور کے فاضل مدیر نے ایک صاحب کے استفسار پر لکھا ہے کہ ذیل کے شعر علامہ اقبال کے ہیں (لاہور ۱۱ر فروری ۷۴ء) شعر یہ ہیں :-

اے تاجدارِ خطۂ جنت نشانِ ہند
روشن تجلیوں سے تری خاورانِ ہند
محکم ترے قلم سے نظامِ جہانِ ہند
تیغ جگر شگاف تری پاسبانِ ہند

ہنگامۂ وغا میں میرا سر قبول ہو
اہلِ وفا کی نذرِ محقّر قبول ہو

الفرقان۔ ہم مدیر چٹان سے دریافت کرتے ہیں کہ آیا فی الواقع یہ اشعار علامہ ڈاکٹر اقبال کے ہیں؟ انہوں نے ہی اپنا سر ہنگامۂ وغا میں بطور "نذرِ محقر" سلطنت برطانیہ کے پیش کیا تھا؟

۹۔ پاکستان کے کاروانِ سیاست میں تناسب!

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک پشاور لکھتا ہے:۔

"ہمارا سیاسی کارواں شروع سے اسی راہ پر گامزن ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ پاکستانی سیاست ستر (۷۰) فیصد شیعی، بیس (۲۰) فیصد قادیانی اور دس (۱۰) فیصد سیکولر سیاست رہی اور آج بھی یہی تناسب قائم ہے۔ سُنّی **سیاست کا اس میں کوئی جز نہیں**۔ یہ دس فیصد سیکولر سیاست بھی درحقیقت اوّل الذکر دونوں سیاستوں کی خادم و معاون ہے اور اہلسنّت کے لئے صرف نعرہ "اتحادِ اسلامی" کی "افیون" مہیا کرتی ہے۔ سیاسی میدان میں شیعوں اور قادیانیوں کے درمیان اتحادِ کامل ہے۔ قادیانی اقلیت میں نہیں۔" (الحق اکوڑہ خٹک مارچ ۷۴ء صفحہ ۲۵)

الفرقان۔ کیا یہ انداز شیعہ سُنّی تعلقات کو خراب کرنے کا موجب ثابت نہ ہوگا؟ سیاست میں اس قسم کا اختلاف نامناسب ہے۔ سب سیاسی طور پر مسلمان ہیں۔

۱۰۔ سارے عالمِ اسلام کے لئے ایک لیڈر کی تجویز؟

سربراہی کانفرنس لاہور کی روداد میں لکھا ہے کہ:۔

"صدر عیدی امین نے مزید کہا کہ اس کانفرنس میں عالمِ اسلام کا ایک لیڈر بھی چُنا جائے کہ ہمارے انتشار کی یہی وجہ ہے کہ ہمارا کوئی لیڈر نہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ اگر ہم متحد ہوں تو اسرائیل جیسے ملک ایک دن بھی زندہ نہ رہ سکیں۔" (چٹان لاہور ۱۱ مارچ ۷۴ء صفحہ ۲۲)

الفرقان۔ مدیر چٹان نے آگے یہ نہیں بتایا کہ پھر اس تجویز پر کیا فیصلہ ہُوا؟ ہمارے نزدیک عالمِ اسلام کا ایک لیڈر ہونا ضروری ہے مگر ایسا لیڈر روحانی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر شدہ ہونا چاہیئے۔ یعنی اسلام کے روحانی **نظامِ خلافت** کو قائم ہونا چاہیئے۔ ظاہر ہے کہ قرآن مجید نے اس نظامِ خلافت کو قائم کرنا اللہ تعالیٰ کا **وعدہ** قرار دیا ہے۔ پس سارے عالمِ اسلام کا ایک لیڈر اور رہنما تو اللہ تعالیٰ ہی قائم کرنے والا ہے۔ سب کو اسی کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔

۱۱۔ عربی زبان اُمّ الالسنہ ہے

جناب مولانا کوثر نیازی وزیر حج و اوقاف لکھتے ہیں:۔

"عربی زبان حقیقت میں وہ زبان ہے جسے اُمّ الالسنہ کہا جاتا ہے، زبانوں

کی ماں کہا جاتا ہے۔ اس کے اندر آپ دیکھیں گے تو آپ کو نظر آئے گا کہ عربی زبان کے اندر ہر زبان کے بے شمار الفاظ موجود ہیں۔ ایک مصنف نے ان لفظوں کو گنا ہے جو انگریزی زبان کے ہیں اور عربی میں موجود ہیں اور ان کی تعداد چار سو سے زیادہ اس نے شمار کی ہے۔" (روزنامہ مشرق لاہور ۱۰ فروری ۷۴ء)

الفرقان۔ عربی زبان کے اُمّ الالسنہ ہونے کی حقیقت کو سب سے پہلے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے اپنی کتاب منن الرحمٰن میں نہایت تحدّی سے شائع فرمایا۔ سنہ ۴۳-۱۹۴۲ء میں جب قاہرہ میں خاکسار نے جناب ڈاکٹر زکی مبارک مرحوم سے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے بڑی خوشی کا اظہار کیا مگر اتنا فرمایا کہ مستشرقین اس کو نہیں مانیں گے۔ اللہ کا شکر ہے کہ اب پاکستان میں یہ حقیقت تسلیم کی جا چکی ہے۔ ہاں یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ عربی زبان میں انگریزی کے چار صد الفاظ کے وجود کا انکشاف بھی جماعت احمدیہ کے ایک محقق جناب شیخ محمد احمد صاحب مظہر نے فرمایا ہے۔ بہرحال یہ ایک نہایت مفید اور عظمتِ قرآن ثابت کرنے والا آسمانی حربہ ہے۔

۱۲۔ کانگرسی علماء اور اُن کے کانگرسی فتوے

المنبر لائل پور لکھتا ہے:۔

"سر سیّد اور دیگر زعماء کی شدید مخالفت کے باوجود مسلمانوں کے ایک فریق نے جن میں علمائے لدھیانہ اور علمائے دیوبند تھے کانگرس میں شمولیت کی حمایت کی۔ علمائے لدھیانہ نے جن میں مولانا محمد اور مولانا عبدالعزیز تھے اور علمائے دیوبند نے جن میں مولانا رشید احمد گنگوہی اور مولانا محمود الحسن تھے کانگرس کی حمایت میں ایک رسالہ نصرۃ الابرار شائع کیا۔ اس میں کوئی یکصد فتوے تھے۔"

(المنبر لائلپور ۲۵ جنوری ۷۴ء)

الفرقان۔ علماء کا دیرینہ طریق ہے کہ وہ سیاست کو بھی اپنے فتووں سے ہی گرماتے ہیں۔ یہ سارے فتوے کانگرس کی حمایت میں تھے۔ یہی لوگ پاکستان کے بننے میں مزاحمت کرتے رہے ہیں۔

۱۳۔ ختم نبوت اور حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک پشاور اپنے الفاظ میں لکھتا ہے:۔

"حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ علمی اور تحقیقی طور پر مسئلہ ختم نبوت پر بحث کرتے ہوئے محدثانہ، فقیہانہ اور متکلمانہ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر منطقیانہ انداز میں ٹھوس دلائل اور واضح براہین کے ساتھ امام الانبیاء خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت ثابت کرتے ہیں اور یہ فرماتے ہیں کہ ختم نبوت کے تین درجات

اور مراتب ہیں۔ ۱۔ختم نبوت مرتبی ۲۔ختم نبوت مکانی ۔۳۔ ختم نبوت زمانی۔ اور باقی دو درجوں اور مرتبوں کو تسلیم کرتے ہوئے مولانا موصوف یہ فرماتے ہیں کہ ان میں اعلیٰ درجہ اور رتبہ ختم نبوت مرتبی ہے جو ختم نبوت زمانی کے لئے علت ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بایں معنی خاتم النبیین ہیں کہ نبوت کے تمام درجات و مراتب اور کمالات آپؐ پر ختم ہیں۔ اور ساری کائنات میں آپؐ کے اُوپر کسی اَور کا درجہ نہیں ہے۔ ہاں آپؐ کے اُوپر صرف خالق کائنات کا درجہ ہے۔ جلّ مجدہٗ اور بس۔"

(الحق اکوڑہ خٹک مارچ ۱۹۷۴ء ص۵۵)

الفرقان ۔حضرت مولانا محمد قاسمؒ نے جس لطیف رنگ میں ختم نبوت مرتبی کی اعلیٰ شان بیان فرمائی ہے وہ قابلِ غور ہے اور ظاہر ہے کہ جو ایسا ارفع نبی ہوگا کہ اس سے اُوپر خدا تعالیٰ کا ہی درجہ ہے اس کے اُوپر کسی اَور نبی کا زماناً یا مکاناً کہاں امکان رہ سکتا ہے۔ اے کاش! کہ اہلِ علم حضرات تدبّر اور غور سے کام لیں۔ مولانا نانوتوی تحریر فرماتے ہیں :-

"عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپؐ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپؐ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذّات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں ولٰکن رسول اللہ وخاتم النبیّین فرمانا اِس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے؟"

(تحذیر الناس ص۳)

۱۴۔ دُرِّ ثمین کی رُوحانی برکات

مکرم مولوی عبد الباسط صاحب شاہد نے لکھا ہے کہ "سوانحعمری رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم" مصنفہ ڈاکٹر حاجی نور حسین صاحب صابر میں قرآن شریف کی تعریف میں دُرِّ ثمین کے یہ تین شعر دُرِّ ثمین کا نام لئے بغیر درج کئے گئے ہیں :-

جمال و حُسنِ قرآں نورِ جانِ ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اَوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے
نظیر اس کی نہیں جمتی نظر میں فکر کر دیکھا
بھلا کیونکر نہ ہو یکتا کلامِ پاک رحماں ہے
خدا کے قول سے قولِ بشر کیونکر برابر ہو
وہاں قدرت یہاں درماندگی فرق نمایاں ہے

(سوانحعمری ص۲۹۸-۲۹۹)

الفرقان ۔ اہلِ ذوق اور محبتِ خدا و قرآن رکھنے والے لوگ "دُرِّ ثمین" کا قدر جانتے ہیں مگر بے ذوق لوگ اس کے خلاف ہیں ؏

قدرِ زر زرگر بداند یا بداند جوہری

ایک تحقیقی مقالہ

روس کی اشتراکی پالیسی اور طرزِ عمل کے بعض متضاد پہلو

(جناب ابن حسن جاوید)

روس فی زمانہ سرمایہ دارانہ نظام میں پائے جانے والے تضادات نیز مغرب کے سرمایہ دار ملکوں میں پائی جانے والی صنعتی اور اقتصادی بے چینی سے فائدہ اٹھانے کی ایک ایسی پالیسی پر گامزن ہے جس کا مقصد نہ صرف اقتصادی بلکہ سیاسی اور فوجی نقطۂ نگاہ سے مغربی طاقتوں کو زک پہنچانا اور انہیں دفاعی اعتبار سے کمزور بنانا ہے۔ چنانچہ اس نے حال ہی میں امریکہ اور دیگر مغربی طاقتوں کی حد سے بڑھی ہوئی اسرائیل نوازی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مشرقِ وسطیٰ میں ایسے حالات پیدا کرنے میں نمایاں حصہ لیا کہ عرب ممالک کو اسرائیلی جارحیت کے خلاف ایک اور دفاعی جنگ میں برسرِ پیکار ہو کر تیل کو بطور ہتھیار استعمال کرنا پڑا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مغربی ممالک امریکہ کے ساتھ اپنے سیاسی اور فوجی روابط کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اقتصادی تباہی سے بچنے کی دوڑ دھوپ میں الجھ کر رہ گئے۔ ان میں سے ہر ایک کی اس انفرادی تگ و دو اور جداگانہ طرزِ عمل کا ان کے اجتماعی تحفظ کے نظریہ اور اس کی عملی منصوبہ بندی پر مخالفانہ اثر پڑنا ایک قدرتی امر تھا۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو روس اپنی حکمتِ عملی میں بہت حد تک کامیاب رہا اور مغربی طاقتوں کو اچھی خاصی زک اٹھانا پڑی۔ اب روس کی دوسری کوشش یہ ہے کہ عرب اسرائیل تنازعہ پورے طور پر طے ہو یا نہ ہو نہر سویز کا مشرقی کنارا دوبارہ مصر کے قبضہ میں آنے کے بعد انتہائی اہمیت کی حامل یہ آبی شاہراہ جلد از جلد کھل جائے تاکہ اس کے بحری بیڑے کے جہاز بحرِ ہند میں بسہولت آجا سکیں۔

نظریے اور طرزِ عمل کا تضاد

ہر چند کہ روس اپنی حکمتِ عملی میں بڑی حد تک کامیاب ہے اور اس نے بالخصوص امریکہ کو ایک رنگ میں بے یار و مددگار رہنا کر اسے ایک مشکل صورتِ حال سے دوچار کر چھوڑا ہے تاہم اس امر کا بظاہر امکان نہیں ہے کہ روس کو مغربی یورپ کے ممالک تو درکنار عالمی نقشہ پر ابھرتی ہوئی تیسری دنیا (افریقہ اور ایشیا کے نو آزاد ترقی پذیر ممالک) ہی کی قیادت حاصل ہو سکے۔ اس کی ایک خاص وجہ ہے اور وہ یہ کہ دنیا بھر کے غریب عوام کے ساتھ زبانی ہمدردی اور ان کے حقوق کے تحفظ کی علمبرداری کے باوجود روس کے قول و فعل یعنی اس کے اشتراکی نظریہ اور طرزِ عمل میں زبردست تضاد پایا جاتا ہے۔ اس تضاد کی وجہ سے ہی دنیا کے چھوٹے اور ترقی پذیر ممالک

میں روس کے اصلی ارادوں سے متعلق شکوک و شبہات بڑھتے جا رہے ہیں۔ دنیا میں اشتراکیت کی بڑھتی ہوئی رَو کے مدھم پڑنے میں قول و فعل کے تضاد پر مبنی روس کی اس دو رُخی پالیسی کا بڑا دخل ہے۔ اگر روس میں رائج اشتراکی نظام اس قسم کے کھلے تضاد سے مبرا ہوتا تو کوئی عجب نہ تھا کہ مادہ پرستی کے موجودہ دَور میں مادی فلاح و بہبود کے سبز باغ دنیا کے پسماندہ عوام کے دل و دماغ پر کچھ اس طرح اثر انداز ہوتے کہ کمیونزم عالمی نقشہ پر اُبھرتی ہوئی تیسری دنیا میں جنگل کی آگ کی طرح پھیلتا چلا جاتا۔ یہی وجہ ہے اشتراکی روس اپنی حکمت عملی کے بل پر مغربی ملکوں کو زک پہنچانے میں کامیاب رہنے کے باوجود پچھڑی اقوام اور ان کے عوام کے دل جیتنے میں ناکام رہا ہے۔

تضاد کے تفصیلی جائزہ کی اہمیت

روس کے اشتراکی نظریے اور اس کے طرزِ عمل میں تضاد کا کسی قدر تفصیلی جائزہ اس لئے ضروری اور اہم ہے کہ اس سے دنیا کی موجودہ صورتِ حال کو سمجھنے اور آئندہ اس میں رونما ہونے والی ممکنہ تبدیلیوں کا اندازہ لگانے میں بڑی مدد مل سکتی ہے لیکن اس تضاد کا جائزہ لینے سے قبل دو باتوں کو جاننا اور انہیں ذہن میں مستحضر رکھنا ضروری ہے اور وہ یہ ہیں:-

اوّل:- یہ کہ اشتراکی انقلاب سے قبل کے روس کو زاروں کی جابرانہ مطلق العنانی کے زمانہ میں ایک قدامت پسند سامراجی مملکت کی حیثیت حاصل تھی۔ ترقی کے میدان میں یورپی ممالک سے بہت پیچھے رہ جانے کے باوجود توسیع پسندی اور ہوسِ ملک گیری میں وہ یورپ کی ترقی یافتہ سامراجی طاقتوں سے پیچھے نہیں تھا بلکہ برطانیہ کے سوا باقی سب طاقتوں سے آگے تھا۔ زاروں کی توسیع پسندی کی پالیسی کے تحت اس نے ایک ایک کر کے تمام ملحقہ ریاستوں پر زبردستی قبضہ کر کے چاروں اطراف میں اپنی حدود کو دُور دُور تک وسیع کر رکھا تھا۔

دوم:- یہ کہ اشتراکیت انیسویں صدی کے وسط میں سرمایہ دارانہ اور سامراجی نظام کے خلاف ایک نظریاتی بغاوت کے طور پر اُبھری تھی۔ اس میں سرمایہ داری اور اس کی کوکھ سے جنم لینے والی سامراجیت اور اسی طرح مطلق العنان بادشاہت اور ان کی قدیم انداز کی توسیع پسندی کے لئے سرے سے کوئی گنجائش نہ تھی۔ اسی لئے اس کے ابتدائی علمبرداروں یعنی کارل مارکس اور اینجلز نے سرمایہ داری ہی نہیں بلکہ سامراجیت اور توسیع پسندی کی بھی پُرزور مذمت کی اور ان کے خلاف پوری شدت کے ساتھ آواز اٹھائی۔ چونکہ روس بھی اپنی تمام تر قدامت پسندی کے باوجود توسیع پسندی کی پالیسی پر گامزن تھا اسلئے کارل مارکس نے دیگر سامراجی طاقتوں کی طرح اسے بھی موردِ الزام ٹھہرایا اور لکھا —— روس پیٹر اعظم کے زمانہ سے توسیع پسندی میں مصروف ہے —— اسی طرح اینجلز نے روس کی توسیع پسندی کی مذمت کرتے ہوئے کہا —— اگرچہ روس کی جارحانہ قوم پرستی بہت بہانہ ساز ہے تاہم ہم کیتھرائن دوم کی فتوحات کو منصفانہ قرار نہیں دے سکتے اور نہ [illegible] کی فتوحات کو منصفانہ قرار دیا جا سکتا ہے یہ فتوحات دوسرے ممالک پر جارحانہ غلبہ کی حیثیت رکھتی

ہیں جس کی بنیاد تنگ نظر جارحیت اور ڈاکہ زنی پر ہے۔

زبانی جمع خرچ

روس میں اشتراکی انقلاب کے ہیرو لینن کے لئے ضروری تھا کہ وہ سرمایہ داری اور سامراجیت کی مذمت کرتا کیونکہ اس کے بغیر روس میں اشتراکی نظام قائم ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ چنانچہ اُس نے سامراجیت کو سرمایہ داری کی انتہائی ترقی یافتہ شکل اور اس کا ایک ناگزیر منطقی نتیجہ قرار دیا۔ اُس نے خاص اِس موضوع پر ایک کتاب بھی لکھی جس میں مغربی ملکوں کے سرمایہ دارانہ نظام کا تجزیہ کرکے ثابت کیا کہ کس طرح اِن قوموں نے سرمایہ دارانہ نظام کے طفیل سامراجی اور استعماری طاقتوں کا روپ دھار کر دُنیا کے وسیع علاقوں کو اپنا مطیع اور منقاد بنایا اور اس طرح روئے زمین پر بسنے والے انسانوں کی غالب اکثریت کو سیاسی غلامی کی زنجیروں میں جکڑ کر اُن کے اقتصادی مفادات کو پامال کیا اور ان کے ذرائع پیداوار سے خود استفادہ کرکے انہیں مفلوک الحال بنانے میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی۔ لینن نے اپنی اس کتاب میں سرمایہ داری کی علمبردار مغربی طاقتوں کو مطعون کرتے ہوئے روس پر حکومت کرنے والے زاروں پر بھی کڑی نکتہ چینی کی اور ان کی سامراجی ذہنیت کو بے نقاب کرنے کے لئے باقاعدہ اعداد و شمار درج کرکے ثابت کیا کہ انقلاب سے قبل روس، برطانیہ کے بعد دُنیا کی دوسری بڑی سامراجی طاقت تھا۔ اس نے ایک کروڑ چوہتر لاکھ مربع کلومیٹر کا ملحقہ علاقہ اپنے قبضہ میں کر رکھا تھا اور اُسے اپنی نو آبادیوں میں تبدیل کر چھوڑا تھا۔ یہ رقبہ فرانس، جرمنی، امریکہ اور جاپان کی نو آبادیوں کے مجموعی رقبہ سے بھی زیادہ تھا۔ کیونکہ ان چاروں ملکوں کی نو آبادیوں کا مجموعی رقبہ ایک کروڑ اکتالیس لاکھ مربع کلومیٹر سے زیادہ نہ تھا۔

روس میں اشتراکی انقلاب کے بعد بھی اوائل میں انقلابی لیڈروں کی طرف سے زاروں کی سامراجی پالیسی کی مذمت کا سلسلہ جاری رہا۔ چنانچہ ۱۹۲۰ء میں روس کے ایک معروف انقلابی لیڈر نے اپنے مضمون میں لکھا کہ زاروں نے روسی سرحدوں کے ملحقہ علاقوں میں جان بوجھ کر جاگیردارانہ ظلم و تشدد روا رکھا تاکہ وہاں کے عوام کو غلامی، جہالت اور پسماندگی کی زنجیروں میں جکڑ کر رکھا جا سکے۔ انہوں نے عمداً ان میں سے بہترین علاقوں کو نو آبادیاں بنا کر انہیں روسی آبادکاروں کے حوالے کر دیا اور وہاں کے اصل باشندوں کو خراب ترین علاقوں میں دھکیل کر قومی دشمنی کھینچنے کا موقع دیا۔ پھر انہوں نے مقبوضہ علاقوں میں مقامی سکولوں اور دیگر تعلیمی اداروں کی حوصلہ شکنی کی اور اُن کے دائرہ کار کو محدود سے محدود تر کرنے میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی تاکہ وہاں کے عوام ذہنی طور پر پسماندہ رہیں اور ترقی نہ کر سکیں۔

رُخِ کردار

اب چاہئے تو یہ تھا کہ مارکس اور اینجلز کے بتائے ہوئے راستہ پر چل کر روس میں اشتراکی انقلاب، زار کے اقتدار کا خاتمہ کرنے اور اشتراکیوں کو برسر اقتدار

جانے کے بعد قازق، کرغیز، ترکستان، بشکیر، آذربائیجان، آرمینیا، جارجیا، یوکرائن، بیلوروس، مالڈویا اور دیگر محکوم ریاستوں پر زاروں کی تنگی جارحیت اور کھلی ڈاکہ زنی کا مداوا کر کے انہیں آزاد کر دیا لیکن یہ ایک افسوسناک حقیقت ہے کہ زاروں کے خاتمہ کے باوجود انکی رائج کردہ استبدادیت اور استعماریت کا خاتمہ نہیں ہوا زاروں کے اشتراکی جانشینوں نے ان تمام مقبوضہ علاقوں کے ذرائع پیداوار کو خود اپنے مصرف میں لانے کی خاطر نہ صرف انقلاب کے بعد انہیں آزاد نہیں کیا بلکہ آج ۵۷ سال گزرنے کے باوجود بھی یہ تمام علاقے روس ہی کے زیر تسلط اور زیر اثر ہیں اور وہاں کے کروڑوں عوام ابھی تک سیاسی آزادی اور حقیقی خود مختاری سے محروم چلے آ رہے ہیں۔

شروع شروع میں روس کے اشتراکی حاکموں نے یہی تاثر دیا کہ وہ ان مقبوضہ علاقوں کو آزاد کر کے زاروں کی استبدادیت کا خاتمہ کر دیں گے لیکن نیت یہی تھی کہ انہیں اشتراکیت کے نظریۂ حیات کے سانچے میں ڈھال کر محض داخلی خود مختاری دیدی جائے اور خارجی امور اور دفاع میں انہیں اشتراکی روس کا تابع مہمل بنا کر ان کے ذرائع پیداوار سے بالواسطہ فائدہ اُٹھایا جائے اور اس طرح روسی معیشت اور دفاعی صلاحیت کو مضبوط سے مضبوط تر اور یکسر ناقابلِ تسخیر بنایا جائے۔ در پردہ نیت تو یہی لیکن بظاہر راگ یہی الاپا کہ ہم تمام قوموں کے حقِ خود اختیاری اور مکمل آزادی کے علمبردار ہیں۔ چنانچہ لینن کے نمائندہ اقتدار میں "پراودا" میں ایک طویل مضمون شائع ہوا۔ اس میں مضمون نگار نے زیرِ نگیں غیر روسی علاقوں کے متعلق اشتراکی حکومت کی پالیسی واضح کرتے ہوئے لکھا ــــــ

"ہماری حکمتِ عملی کو چند الفاظ میں بیان کیا جا سکتا ہے اور وہ یہ ہے کہ ایسے تمام علاقوں پر جن میں غیر روسی اقوام آباد ہیں ہر قسم کے دعوے اور حق سے دستبردار ہو جانا اور نہ صرف زبانی بلکہ عملی اعتبار سے ایسی تمام اقوام کے اس حق کو تسلیم کرنا کہ وہ آزاد و خود مختار مملکتوں کی حیثیت سے اپنی جداگانہ ہستی برقرار رکھنے کی مجاز ہیں" ــــــ

لیکن یہ سب محض دکھاوا تھا اس سے مراد حقیقی آزادی اور حقیقی خود مختاری نہیں تھی۔ مقصد ان علاقوں کو بہر طور اپنے ہی زیرِ نگیں رکھنا تھا جس کا اظہار ایک روسی اشتراکی لیڈر کمیونسٹ انقلاب برپا ہونے سے بھی چار سال قبل ۱۹۱۳ء میں کر چکا تھا۔ اس وقت اس نے اپنے ایک مقالہ میں لکھا تھا کہ بلاشبہ خود مختاری قوموں کا ایک مسلّمہ حق ہے اور یہ انہیں یقیناً ملنا چاہیئے لیکن پرولتاریہ کے مفادات کی حفاظت بھی سوشل ڈیموکریٹس کا مسلّمہ حق ہے اور اس حق کو قوموں کے حقِ خود اختیاری پر فوقیت حاصل ہے۔ اگر کسی قوم کے حقِ خود اختیاری اور مزدور طبقہ کے برسرِ اقتدار آنے کے حق میں تصادم ہو جائے تو لازماً اُس قوم کے حقِ خود اختیاری کی پرواہ کئے بغیر فوجی مداخلت کے ذریعہ مزدور طبقہ کو برسرِ اقتدار لا کر انہیں اپنی آمریت قائم کرنے کا حق دلانا ناگزیر ہوگا۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ کوئی قوم صرف اُس وقت ہی اپنا حقِ خود اختیاری استعمال کرنے کی مجاز ہے جب وہ کثرت رائے سے پرولتاریہ کی آمریت کے حق میں اپنی رائے کا اظہار کرے بصورت دیگر

اس کا حقِ خود اختیاری خود بخود سلب ہو جاتا ہے اور ایک اقلیتی مزدور طبقہ کے حق میں فوجی مداخلت ناگزیر بن جاتی ہے۔ ظاہر ہے اشتراکی نظریۂ حیات کی رُو سے قوموں کا حقِ اختیاری محض ایک ڈھونگ ہے اصل چیز ہر قیمت پر پرولتاریہ کی آمریت کا قیام ہے۔ اِس آمریت کے قیام کے مطالبہ کو اکثریت کی حمایت حاصل ہو یا نہ ہو دونوں صورتوں میں اس کا قیام بہرحال ضروری ہے۔

چنانچہ جب روس میں اشتراکی انقلاب کے بعد ان ریاستوں اور علاقوں کی آزادی کا سوال پیدا ہوا جنہیں زاروں نے ننگی جارحیت کے ذریعہ فتح کرکے اپنی سلطنت میں شامل کر لیا تھا تو روس کے اشتراکی حاکموں نے شروع میں یہی کہا کہ اِن سب علاقوں کو حقِ خود اختیاری دیا جائے گا لیکن بعد ازاں پہلے سے طے شدہ پالیسی کے ماتحت اِس حق کے استعمال کو ایک خاص شرط کے ساتھ مشروط کرکے فی الاصل کسی بھی مقبوضہ ریاست کو آزاد کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ چنانچہ "پراودا" کی ۱۰ر اکتوبر ۱۹۲۰ء کی اشاعت میں شائع ہونے والے ایک مضمون میں یہ کہا گیا کہ ——— بلاشبہ یہ تو صحیح ہے کہ روس کے سرحدی علاقے اور وہ قومیں اور قبائل جو ان علاقوں میں آباد ہیں دُنیا کی دوسری قوموں کی طرح انہیں یہ حق حاصل ہے کہ اگر وہ چاہیں تو روس سے الگ ہو جائیں اور یہ بھی صحیح ہے کہ اگر ان میں سے کوئی قوم کثرت رائے سے روس سے علیحدہ ہونے کا فیصلہ کرے تو روس اسکے اِس مطالبہ کو منظور کرنے کا پابند ہوگا لیکن یہ بھی اپنی جگہ ضروری ہے کہ یہ منظوری وہاں کے مزدور طبقہ کے مفادات کے تقاضوں کے منافی نہ ہو کیونکہ جب بھی کسی علاقہ کے حقِ خود اختیاری اور آزادی کا مسئلہ سامنے آتا ہے تو یہ دیکھنا ضروری ہوتا ہے کہ آیا اس سے وہاں کے مزدور طبقہ کے مفادات پر تو زد نہیں پڑتی، اگر پڑتی ہو تو کمیونسٹ پارٹی کا یہ فرض ہو جاتا ہے کہ وہ رائے عامہ کو اپنے حق میں بدلنے کے لئے حسبِ موقع مہم جوئی کا آغاز کرے۔ اگر انقلاب کے موجودہ مرحلہ میں ہی جس میں سے ہم گزر رہے ہیں رائے عامہ کو اپنے حق میں ہموار کئے بغیر سرحدی علاقوں کی علیحدگی کے مطالبہ کو مان لیا جائے تو یہ اشتراکی انقلاب کے بالمقابل جوابی انقلاب کو دعوت دینے کے مترادف ہوگا جس کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ ——— اب اِس کا بجز اِس کے اَور کیا مطلب ہو سکتا ہے کہ ان مقبوضہ علاقوں کو خود اختیاری کا حق استعمال کرنے اور روس سے علیحدہ ہونے کی اُس وقت تک اجازت نہیں دی جائے گی جب تک کہ ہم وہاں علیحدگی کے خلاف مہم چلا کر رائے عامہ کو علیحدگی کے مطالبہ سے ہی دستبردار ہونے پر مجبور نہ کر دیں۔

اشتراکیوں کا سامراجی رُوپ

دراصل بات یہ ہے کہ ان غیر علاقوں پر زبردستی قبضہ جمانے والے زاروں کو سامراجیت کا مجرم گرداننے والے روس کے اشتراکی حاکم ذہنیت کے اعتبار سے خود سامراجی بن چکے تھے اور وہ ان غیر قوموں کے ہتھیائے ہوئے علاقوں کو آزاد کرکے ان کے وسائل پیداوار سے

دستبردار ہونے کے لئے تیار نہ تھے۔ وہ ان وسائل پیداوار سے اسی طرح خود فائدہ اُٹھانا چاہتے تھے جس طرح زار اپنے زمانۂ اقتدار میں اُن سے فائدہ اُٹھاتے رہے تھے۔ چنانچہ ۱۹۲۰ء کے اُس مضمون میں جس کا حوالہ اُوپر آچکا ہے مضمون نگار اشتراکی انقلابیوں کے ان سامراجی عزائم کو پُورے طور پر چُھپانے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ اس نے بہت کچھ ہیر پھیر کے بعد اپنے اس مضمون میں لکھا ——

روس میں سالہا سال کی خانہ جنگی اور انقلاب سے یہ امر واضح ہو چکا ہے کہ جب تک مرکزی روس اور اس کے سرحدی علاقے (یعنی زاروں کے جارحیت کے بل پر چھینے ہوئے غیر روسی اقوام کے علاقے) ایک دوسرے کو سہارا نہ دیں اشتراکی انقلاب کا کامیابی سے ہمکنار ہونا اور روس کا سامراجی طاقتوں کے شکنجے سے رہائی پانا ممکن نہیں ہے۔ عالمی انقلاب کا گڑھ یعنی مرکزی روس سرحدی علاقوں کی امداد کے بغیر ایک خود کفیل انقلابی طاقت کی حیثیت سے اپنی ہستی کو برقرار نہیں رکھ سکتا کیونکہ یہ سرحدی علاقے خام مال، ایندھن اور خوراک کی دولت سے بھرپور و معمور ہیں ——

اِس بیان کی موجودگی میں یہ امر کسی مزید دلیل کا محتاج نہیں رہتا کہ فی الواقعہ اشتراکی روس کی نظریں ملحقہ ریاستوں اور ان کے پیداواری وسائل پر تھیں نہ کہ وہاں کے عوام کے مفادات پر۔ اب اس کا نام سامراجیت نہیں تو اَور کیا ہے؟ روس کے زار جس پالیسی پر گامزن تھے وہ جابرانہ مطلق العنانی کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی سامراجیت کی آئینہ دار تھی اور روس میں انقلاب لانے والے اشتراکی لیڈر اشتراکی اندازکی داخلی خود مختاری کی آڑ میں اشتراکی سامراجیت کے علمبردار تھے۔ اِس لحاظ سے سامراجیت سے دامن ان کا بھی پاک نظر نہیں آتا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ زاروں کو سامراجیت کی بنا پر مطعون کرنے والے اشتراکی انقلابیوں نے روس میں برسرِ اقتدار آنے کے بعد زاروں کے ہتھیائے ہوئے علاقوں کو آزاد کرنا تھا نہ کیا۔ انہوں نے ان علاقوں میں آباد غیر روسی اقوام کو اشتراکی فلسفہ کے ساتھ وفاداری کی شرط پر ایک حد تک داخلی خود مختاری تو دیدی لیکن ان کے خارجی اور دفاعی معاملات نیز انکے وسائل پیداوار پر اپنا کنٹرول اور تصرف بدستور برقرار رکھا اور نصف صدی سے زائد عرصہ گزرنے کے باوجود وہ کنٹرول اور تصرف آج بھی اُسی طرح قائم ہے۔

سامراجی عزائم کی وسعت پذیری

روس اوّل دن سے ہی "سوشل سامراج" کی پالیسی پر گامزن ہے۔ "سوشل سامراج" سے مراد وہ سامراج ہے جسے اشتراکیت کے پردہ میں پروان چڑھایا جاتا ہے۔ انقلابی جدّوجہد کے زمانہ میں لینن نے جرمنی کے "سوشل ڈیموکریٹس" کو "سوشل سامراجی" قرار دیا تھا اور کہا تھا کہ "سوشل سامراجی" وہ ہوتے ہیں جو زبانی دعوے کی حد تک تو اشتراکی ہوں لیکن عمل سرتاسر سامراجی ذہنیت کا آئینہ دار ہو۔ اُس نے اِس بناء پر جرمنی کے ڈیموکریٹس کی مذمت کی تھی اور انہیں حقیقی اشتراکی تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا لیکن خود اس کے اپنے جانشین سوشل سامراج

کے علمبردار بنے بغیر نہ رہے۔ انھوں نے نہ صرف روس کے ملحقہ علاقوں پر اپنا قبضہ و تصرف برقرار رکھا بلکہ وہ ان سے آگے بھی نظریں اٹھائے بغیر نہ رہے چنانچہ دوسری عالمگیر جنگ کے بعد مشرقی یورپ کے جن ممالک پر انھیں قبضہ و تصرف حاصل ہوا انہیں بھی انھوں نے سوشل سامراج کے شکنجے میں جکڑ کر رکھ دیا۔ آج بھی پولینڈ، ہنگری، چیکوسلواکیہ اور مشرقی جرمنی وغیرہ میں انھوں نے اپنے فوجی قبضہ کے زیر اثر اشتراکیوں کی کٹھ پتلی حکومتیں قائم کر رکھی ہیں اور وہاں عوامی تحریکوں کو فوجی طاقت کے بل پر کچلنا اُن کا آئے دن کا وطیرہ ہے۔ روسی فوجیں جہاں بھی داخل ہوتی ہیں وہاں سے اوّل تو نکلنے کا نام نہیں لیتیں اور اگر نکلتی بھی ہیں تو اپنی کٹھ پتلی اشتراکی حکومتوں کا ڈولتا ہوا اقتدار پھر بحال کر دینے کی خاطر واپس آ دھمکنے کی نیت سے ہی نکلتی ہیں چنانچہ مشرقی یورپ کے بیشتر ممالک میں وہ اشتراکی حکومتوں کے خلاف عوامی تحریکوں کو دبانے کے لئے کہیں اپنی کٹھ پتلی حکومتوں کی درخواست پر اور کہیں ان کی مخالفت کے علی الرغم واپس آئیں اور انھوں نے اشتراکی ٹولے کے ڈولتے ہوئے اقتدار کو پھر بحال کر دکھایا۔

روس سوشلسٹ چین کے ساتھ اپنے مخصوص "سوشل سامراج" کے مطابق وہی سلوک روا رکھنے کا متمنی تھا جو اس نے مشرقی یورپ کے چھوٹے چھوٹے ممالک کے ساتھ روا رکھ کر انہیں اپنا مطیع و منقاد بنا رکھا ہے۔ سوشلسٹ چین کے ستّر کروڑ عوام چیئرمین ماؤ کی قیادت میں روسی ساخت کے سوشل سامراج کے مقابلہ میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن گئے اور وہاں روس کی کچھ پیش نہیں جا سکی۔ اب اُس نے چین کے بعض علاقوں کو جنہیں کسی زمانہ میں زاروں نے اپنی ہوسِ ملک گیری کی تسکین کی خاطر ہتھیا لیا تھا اور وہ اس پر قبضہ برقرار نہ رکھ سکے تھے روسی علاقہ قرار دے کر اور اس پر اپنا دعویٰ جتا کر چین کی سرحد پر فوجیں جمع کر رکھی ہیں اور اس طرح ایک سوشلسٹ ملک ایک اشتراکی ملک کی توسیع پسندی کے خلاف اپنا دفاع کرنے پر مجبور ہے۔ اشتراکی روس کے قول و فعل میں اس زبردست تضاد نے چھوٹے اور ترقی پذیر ملکوں کو چوکنا کر کے رکھ دیا ہے۔

"تلافیٔ مافات"

بات یہیں پر ختم نہیں ہو جاتی بلکہ روس کے اشتراکی نظریئے اور طرزِ عمل میں پائے جانے والے تضاد نے ایک نیا رُخ اختیار کر کے دنیا کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا ہے اور وہ یہ ہے کہ روس کے اشتراکی حاکموں نے ملحقہ علاقوں پر اپنے قبضہ کو جائز قرار دینے کے لئے اُن زاروں کی مدح سرائی شروع کر دی ہے جنہوں نے اوّلاً ان علاقوں پر فوج کشی کر کے زبردستی قبضہ جمایا تھا حالانکہ زاروں کی اس توسیع پسندی کو سامراجیت سے تعبیر کر کے انہیں مجرم گردانتے میں مارکس، اینجلز اور خود لینن نے اپنا پورا زور صرف

کر ڈالا تھا۔ وہ زار جو پہلے معتوب تھے اور جو روسی اشتراکیوں کے غیظ و غضب کا نشانہ بنے آج انہیں روسی قوم کا محسن قرار دیا جا رہا ہے اور اس طرح قول و فعل میں انتہائی خطرناک تضاد کی پرواہ کئے بغیر تاریخ کو مسخ کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اس ضمن میں "عظیم سوویت انسائیکلو پیڈیا" کے جدید ایڈیشنوں میں بتدریج ترمیم کی گئی ہے۔ تاریخ روس کو از سر نو مرتب کر کے اس میں یہ تاثر بڑی احتیاط سے سمویا گیا ہے کہ زاروں نے ملحقہ ریاستوں پر قبضہ کر کے وہاں کے عوام کو مغربی سامراجیت کا شکار ہونے سے بچایا اور اس طرح ان پر احسان عظیم کیا۔ چنانچہ تاریخ روس کا ۱۹۶۰ء میں شائع ہونے والا ایڈیشن اس پر شاہد ناطق ہے۔ اسی طرح ایک جدید تاریخ چین بھی مرتب کی گئی ہے اس میں بھی اسی قسم کے گل کھلائے گئے ہیں۔ ان کتابوں میں غیر علاقوں پر ناجائز قبضوں کی جابر زاروں کی مدح سرائی عجیب "تلافیٔ مافات" ہے۔ انہیں مطعون کرنے اور ان کے صدیوں پرانے اقتدار کا خاتمہ کرنے کے بعد اب انہیں روسی قوم کا محسن اور ہیرو قرار دیا جا رہا ہے لیکن اس پر وہی شعر صادق آتا ہے ؎

کی مرے قتل کے بعد اُس نے جفا سے توبہ
ہائے اُس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

ذیل میں اس تضاد بیانی کی بعض مثالیں درج کی جاتی ہیں تاکہ واضح ہو سکے کہ روسی اشتراکی پہلے کیا کہا کرتے تھے اور اب کیا کہہ رہے ہیں:-

(۱) جیسا کہ ہم ذکر کر آئے ہیں کارل مارکس نے کہا تھا روس پیٹر اعظم کے زمانہ سے توسیع پسندی میں مصروف ہے۔ اسی طرح اینگلز نے روس کی جارحانہ قوم پرستی کی مذمت کرتے ہوئے کیتھرائن دوم اور الیگزنڈر کی فتوحات کو سراسر غیر منصفانہ قرار دیا تھا اور کہا تھا کہ ان فتوحات کی بنیاد ننگی جارحیت اور ڈاکہ زنی پر ہے۔ نیز لینن نے متعدد بار اس امر کی نشاندہی کی تھی کہ زاروں کا روس عوام کی جیل ہے جس نے عوام پر تسلط جمانے کا ریکارڈ قائم کر دکھایا ہے۔ اس کے بالمقابل "تاریخ روس" مطبوعہ ۱۹۶۰ء میں زاروں کی جارحیت اور توسیع پسندی کا دفاع کرتے ہوئے مؤرخ نے لکھا ہے کہ وسطی ایشیا میں روسی حملہ کا مقصد مشرق وسطی اور مشرق قریب میں برطانیہ کی توسیع پسندی کو روکنا تھا۔ اسی طرح عظیم سوویت انسائیکلو پیڈیا کی جلد ۱۲ کے حالیہ ایڈیشن میں درج ہے کہ کرغازیہ کو زار شاہی کا ممنون ہونا چاہیئے کیونکہ زاروں نے کرغازیہ کے پچھلے ہوئے عوام کو خو قند خان کے جاگیر داروں کے مظالم اور دیگر پسماندہ مشرقی ممالک کی غلامی اور برطانیہ کی توسیع پسندی سے بچایا۔

الغرض زمانہ حال کے روسی اخبارات اور دیگر اشاعتی ادارے یہ دعویٰ کرتے نہیں تھکتے کہ قازق، کرغیز، ترکستان، بشکیر، آذربائیجان، آرمینیا، جارجیا، یوکرائن، بیلو روس، مالڈویا اور دیگر ریاستوں کے عوام اپنی رضامندی سے روسی مملکت میں شامل ہوئے تھے اور زاروں کا ان پر یہ احسان ہے کہ انہوں نے انہیں وہاں جاگیر داروں کے جابرانہ تسلط اور برطانیہ

توسیع پسندی سے نجات دلائی۔

(۲) زاروں کے روس نے معاہدۂ گلستان اور معاہدۂ ترکمانچی کے تحت نہ صرف یہ کہ ایران کے متعدد ضلعوں پر قبضہ کر لیا تھا بلکہ ایران کو بحیرہ کیسپین کے ساتھ ساتھ سمندری نقل و حمل سے بھی باز رکھا تھا۔ اس پر مارکس نے کہا تھا روس نے ایران پر دست اندازی کی ہے۔ اور اینجلز نے اس رائے کا اظہار کیا تھا کہ معاہدۂ ترکمانچی نے ایران کو روس کا محتاج بنا دیا ہے۔ اسی طرح "عظیم سوویت انسائیکلوپیڈیا" جلد ۴۹ کے ایڈیشن ۱۹۴۱ء میں روس اور ایران کے تعلقات کا ذکر کرتے ہوئے جو نوٹ دیا گیا اس کا لبِ لباب یہ تھا کہ روس اور ایران کے درمیان تعلقات میں کشیدگی زاروں کے عہدِ حکومت سے چلی آ رہی ہے۔ اس کشیدگی کی وجہ زاروں کی توسیع پسندی اور ایران پر روس کی چڑھائی تھی۔ نیز معاہدۂ گلستان اور معاہدۂ ترکمانچی کو نامنصفانہ گردانا کہ انہیں ایران پر زار شاہی کی نوآبادیاتی پالیسی کا پرتو قرار دیا گیا۔

برخلاف اس کے اب جو روس میں "تاریخِ عالم" شائع ہوئی ہے اس میں روس اور ایران کی جنگ کا ذکر کرتے ہوئے ایران کو روس پر حملہ آور قرار دیا گیا ہے نیز معاہدۂ گلستان اور معاہدۂ ترکمانچی کے متعلق لکھا ہے کہ یہ دونوں معاہدے باہمی مفاد کے حامل تھے کیونکہ ان سے دونوں ممالک کے درمیان آزادانہ تجارت سے طرفین کے تاجروں کو فائدہ پہنچا نیز ایرانی علاقہ پر روسی قبضہ کے ضمن میں تاثر یہ دیا گیا ہے کہ یہ رضاکارانہ الحاق تھا۔

(۳) زاروں کے روس کی چین کے متعلق پالیسی کوئی سربستہ راز نہیں ہے۔ یہ کھلی ہوئی کتاب کی طرح سب کے سامنے ہے۔ خود مارکس نے اس کے بارہ میں کہا تھا زار الیکسی مائیکلووچ کے دورِ حکومت سے لیکر نکولس تک روس اس علاقہ (کہنہ گن پہاڑوں کے وسیع تر جنوبی چینی علاقہ) پر قبضہ کرنے کی متواتر کوشش کرتا رہا ہے اور یہ زاروں کی مجرمانہ پالیسی تھی۔

اس کے بالمقابل حال ہی میں روس کی طرف سے جو "چین کی جدید تاریخ" شائع ہوئی ہے اس میں چین سے متعلق زاروں کی پالیسی کو سراہا گیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ روس نے مغربی طاقتوں کے برعکس چین کے بارہ میں ایک علیحدہ پالیسی اختیار کی جس کا مقصد چین کے ساتھ اچھے ہمسایوں جیسے تعلقات قائم کرنا تھا اور یہ کہ زار حکومت نے چین پر اپنے سمجھوتے مسلط نہیں کئے اور نہ ہی اس نے ۱۸۶۰ء کے بعد ہونے والے سمجھوتوں سے انحراف کیا۔ اسی طرح "تاریخ روس" مطبوعہ ۱۹۶۰ء میں بھی چین کے بارہ میں زاروں کی پالیسی کا کھل کر دفاع کیا گیا ہے چنانچہ لکھا ہے معاہدۂ ایگن اور معاہدۂ پیکنگ کے بعد چین کے بارہ میں زاروں کی پالیسی میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ یہ پالیسی امن کی بنیاد پر استوار کی گئی تھی۔

ان مثالوں سے جو بطور مشتے نمونہ از خروارے کی حیثیت رکھتی ہیں واضح ہو جاتا ہے کہ اشتراکی روس کے نقطۂ نظر میں ایک زبردست تبدیلی آ چکی ہے۔ زاروں کے دورِ حکومت میں کیڑے ڈالنے کی ابتدائی

پالیسی ترک کرنے کے بعد اب وہ اُن کی تعریفوں کے پُل باندھ رہے ہیں۔ کیا اس لئے کہ برسرِاقتدار آنے کے بعد سے اُن کا اپنا طرزِ عمل زاروں کے طرزِ عمل سے چنداں مختلف نہیں ہے؟ اس سے اشتراکی روس کے قول و فعل میں تضاد کا ایک اَور پہلو نمایاں ہوئے بغیر نہیں رہتا۔

نتائج و عواقب

یہ ایک حقیقت ہے اور ناقابلِ تردید حقیقت کہ مغرب کا سرمایہ دارانہ نظام خطرناک تضادات کا حامل ہے یہی وجہ ہے کہ سرمایہ داری اب دم توڑ رہی ہے۔ روس ان تضادات سے فائدہ اٹھا کر مغرب کے سرمایہ دار ملکوں کے لئے نت نئی مشکلات پیدا کر کے سیاسی اور فوجی نقطۂ نگاہ سے انہیں زک پہ زک پہنچاتا چلا آرہا ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ روس سرمایہ دارانہ نظام سے فائدہ اُٹھا کر دُنیا پر چھا جانے اور اسے اپنا مطیع و منقاد بنانے میں کامیاب ہو جائے گا اور اُس کے اِس موہوم غلبہ کی وجہ سے دُنیا امن و آشتی اور خوشحالی و فارغ البالی کے گہوارہ میں بدل جائے گی۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ خود روس کے اشتراکی نظریہ اور طرزِ عمل میں خطرناک قسم کے تضادات موجود ہیں جو دن بدن سنگین سے سنگین تر ہوتے جا رہے ہیں۔ تضادات کا حامل کوئی بھی نظام کبھی حقیقی کامیابی سے ہمکنار نہیں ہو سکتا۔ اسی وجہ سے دُنیا میں مغربی سرمایہ داری اور روسی اشتراکیت ہر دو سے نفرت بڑھتی جا رہی ہے۔ ان دونوں کے بارہ میں دیگر اقوام کے شکوک و شبہات میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے اور تذبذب اور بے یقینی مسلسل بڑھتی جا رہی ہے۔ دُنیا میں سیاسی سطح پر پائی جانے والی موجودہ بے چینی اسی تذبذب اور بے یقینی ہی کی پیداوار ہے۔

جو نظام بھی تضادات سے مبرّا ہوتے ہوئے اِس تذبذب اور بے یقینی اور اس کے نتیجہ میں رونما ہونے والی بے چینی کو دُور کر دکھائے گا وہی دُنیا میں غالب آنے کا مستحق ثابت ہو گا اور وہی قائم و دائم رہے گا باقی سب نظام اپنی موت آپ مر جائیں گے۔

دُرِّثمین کے آبِ حیات کا ایک نمونہ

درسِ توحید

واحد ہے لاشریک ہے اور لازوال ہے
سب موت کا شکار ہیں اس کو فنا نہیں
سب خیر ہے اسی میں کہ اس سے لگاؤ دل
ڈھونڈو اسی کو یارو بتوں میں وفا نہیں
اس جائے پُر عذاب سے کیوں دل لگاتے ہو
دوزخ ہے یہ مقام یہ بستاں سرا نہیں

(دُرِّثمین صفحہ ۱۲)

احمدیّت کی ترقی رُک سکے ممکن نہیں!

(محترم جناب رحمت اللہ خان صاحب شاکرؔ سیالکوٹ)

[شورش صاحب نے لکھا ہے ؎

بوالعطا کی گالیاں دُرثمین کا اختصار ٭ ہر مہینہ بس گھُلا ملتا ہے الفرقان میں

اس کے جواب میں چند اشعار پیشِ خدمت ہیں ——— (شاکرؔ)]

گر نہ ہو تہذیب اور شرم و حیا انسان میں
فرق کیا باقی رہا پھر اس میں اور حیوان میں

چاند پر تھوکا ہمیشہ مُنہ پہ گرتا ہے عزیز
بدتمیزی کر نہ تو دُرِّ ثمین کی شان میں

بس گھُلا ملتا ہے جیسے دُودھ میں بیمار کو
یونہی تم کو بس گھُلا ملتا ہے الفرقان میں

جاؤ کھیلو جا کے ہم جنسوں سے "اُس بازار میں"
آئے ہو کس مُنہ سے آج مذہبی میدان میں

وہ منافق لوگ جو کہتے ہیں کچھ کرتے ہیں کچھ
ہے جہنم کی نوید اُن کے لئے قرآن میں

لب پہ نعرہ ہے کہ ہم ڈرتے نہیں ہیں جیل سے
شب بسر کرتے ہیں چھُپ کے قبرستان میں

آج کیسے بن گئے ہمدردِ مُلک و قوم کے
کانگریس کے ساتھ تھے جو جنگِ پاکستان میں

عُمر بھر کرتے رہے فتنے بپا اِس آڑ میں
روز و شب اکثر گزارے تم نے اِس خلجان میں

بارہا تم نے کیا تاراج امن اِس مُلک کا
بارہا اس کو دھکیلا آگ کے طوفان میں

جُز ندامت اور ناکامی کے کیا حاصل ہوا
اِس چٹان سے پھوڑتے ہو سر تو ہی خلجان میں

احمدیّت کی ترقی رک سکے ممکن نہیں!
تم سے لاکھوں مر گئے شورش اِسی ارمان میں

سُورۃ فاتحہ اور مستشرقین

کیا صِراط غیر عربی لفظ ہے؟

(از جناب شیخ عبد القادر صاحب محقق عیسائیت لاہور)

مجلہ "اسلامی تعلیم" میں "لغات القرآن" کے عنوان سے ایک مضمون بالاقساط شائع ہو رہا ہے۔ اس میں "صراط" کے لفظ کے تحت یہ نوٹ دیا گیا ہے کہ اپنے اصل کے لحاظ سے یہ لفظ لاطینی ہے، عربی نے اسے اپنا لیا۔ لاطینی اور دوسری یورپی زبانوں میں STRATA اور اس سے ملتے جلتے لفظ صراط کے معنوں میں ہمیں ملتے ہیں۔ انگریزی میں یہ لفظ STREET ہے

پروفیسر جیفری نے "قرآن کے غیر عربی الفاظ" پر ایک مبسوط کتاب لکھی ہے۔ اس میں سینکڑوں قرآنی الفاظ کو "غیر عربی" ثابت کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ صراط پر مذکورہ تحقیق کی بنیاد یہی کتاب ہے۔ ہمارے علماء کی سادگی قابلِ فکر ہے کہ مستشرقین کے غلط نظریات سے متاثر ہو جاتے ہیں۔

(۲)

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام نے عربی اُمّ الالسنۃ کا نظریہ اس تحدّی اور شان سے پیش کیا کہ اس کے مخالف نوع کے نظریات کی بساط اُلٹ کر رکھ دی۔ قرآن حکیم کی زبان عربی مبین ہے جس میں کوئی کجی نہیں۔ مستشرقین اُلٹی گنگا چلاتے ہیں۔ دوسری زبانوں نے عربی سے جو الفاظ مستعار لئے انہیں خود عربی میں دخیل قرار دیتے ہیں۔

صراط کا لفظ عربی میں "سین" اور "ص" دونوں سے ہے۔ سَرَطَ کے معنے ہیں کسی چیز کو بغیر چبائے نگل جانا۔ امام راغب کہتے ہیں:۔

"راستہ کو صراط اسلئے کہا جاتا ہے کہ وہ راہرو کو گویا نگل لیتا ہے یا راہرو اُسے نگلتا ہوا چلا جاتا ہے۔"

(مفردات زیر لفظ السراط)

قرآن حکیم نے صراط مستقیم کو طریق اور مستقیم کہہ کر اس کے معنوں کو وسعت دیدی فرمایا:۔

يَهْدِيْ إِلَى الْحَقِّ وَإِلَى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ (الاحقاف آیت ۳۰)

سراط (بالسین) کے معنے "السبیل الواضح" کے ہیں یعنی راہ یا روشن راہ؛ اور صراط (بالصاد) کے معنے الطریق یعنی کسی چیز کی طرف پہنچنے کا راستہ۔ طریق میں وسعت ہے۔ قرآن حکیم میں برّی، بحری اور

آسمانی راہوں کو طریق کہا گیا۔ طَرِیْقًا فِی الْبَحْرِ (طٰہٰ آیت ۷۷) وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَکُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ (مومنون آیت ۱۷)۔ الطرق کے (ایک) بنیادی معنے ہیں کسی چیز کو کسی دوسری چیز کے ساتھ سی دینا۔ گویا سبیل سے طریق اعلیٰ ہے جس طرح سبیل پر طریق کو فوقیت ہے اسی طرح سراط کی بہ نسبت صراط اعلیٰ اور برتر ہے۔ صراط منزلِ مراد پر پہنچانے والا راستہ۔

اقرب الموارد میں ہے :-

"السراط : السبیل الواضح
والصراط بالصاد اعلیٰ"

ظاہر ہے کہ یہ عربی لغت کے الفاظ ہیں' لاطینی سے ان کا کیا تعلق؟ لاطینی میں اتنی باریکیاں اور لطافتیں کہاں؟

چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک

(۳)

عربی زبان کی ایک ممتاز شان یہ ہے کہ اسکے ہر مادے کے ایک بنیادی معنے ہیں جو کہ تقلیب کے باوجود بھی بعض دفعہ قائم رہتے ہیں۔ اب سَرَطَ کو سَطَرَ کہہ لیجئے یا صَرَطَ کو صَطَرَ۔ اس صورت میں رُوٹ کے معنے ہیں لکھنا، قطع کرنا، لکیریں کھینچنا۔ پھر طَرَسَ کر لیجئے۔ طرس کے معنے محو کرنے اور لکھنے کے ہیں۔ اِن سب میں قدرِ مشترک نگلنا، قطع کرنا، لکیریں کھینچنا ہے۔ راستے کیا ہیں؟ رسل و رسائل کی لکیریں ہیں جو کہ ایک دوسرے کو قطع کرتی اور کاٹتی چلی جاتی ہیں۔ راہرو انہیں ہمیشہ محو کرتا اور نگلتا جاتا ہے اور اپنے نقوشِ قدم چھوڑتا ہے۔ اگر یہ لاطینی لفظ ہے تو دکھائیے اس میں یہ خوبی کہاں ہے؟

الغرض ہر لحاظ سے صراط عربی لفظ ہے مستشرقین کو (elergy) "الرجی" ہے۔ (ایک بدنی ہوتی ہے ایک علمی)۔ اُنہوں نے کم و بیش دو ہزار قرآنی الفاظ کو غیر عربی بنا رکھا ہے۔ یہاں تک کہ اُن کے نزدیک "قرآن" کا لفظ بھی غیر عربی ہے۔ ہمیں ان سے قطعاً متاثر نہیں ہونا چاہئے۔ قرآن کی شان میں ہے قُرْءٰنًا عَرَبِیًّا (یوسف آیت ۱۲) لِسَانًا عَرَبِیًّا (احقاف آیت ۱۲)۔ پھر قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا کے ساتھ غَیْرَ ذِیْ عِوَجٍ (زمر آیت ۲۸) کہہ کر وضاحت کر دی کہ قرآنی زبان خالص عربی ہے اس میں کوئی کجی نہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ علم الالسنہ کے ابتدائی دور میں علماء کو غلطی لگی۔ مثلاً مزھر میں امام سیوطی رحؒ نے قرآن حکیم کے غیر عربی الفاظ گنائے ہیں۔ تجارتی یا جغرافیائی ناموں سے قطع نظر کہ وہ بھی عربی نے اپنا لئے تھے قرآنی زبان میں عجمیت کے پیوند لگانا درست نہیں۔ امام شافعی رحؒ نے شدت سے اِس بات کی تردید کی ہے کہ قرآن شریف میں کوئی غیر عربی لفظ ہو۔

(۴)

پھر عجیب بات ہے لفظ صراط کو لاطینی کہا جاتا ہے طرفہ ماجرا یہ کہ لاطینی کا "ستراتا" بھی اصل لاطینی لفظ نہیں بلکہ مستعار ہے یا گھٹیا درجہ کی لاطینی سے لیا گیا۔

ARIC PARTRIDGE کی مرتبہ ڈکشنری میں ہے کہ موخر لاطینی (۱۸۰ عیسوی تا ۶۰۰ عیسوی) میں گھٹیا درجہ کی لاطینی میں ایک لفظ STRATANIUS مستعمل تھا۔ اس کے معنے تھے منہ اُٹھائے اِدھر اُدھر پھرنا، مٹرگشت کرتا یا گلیوں میں لاوارثوں کی طرح ہوتا۔ اس سے لاطینی لفظ ستراتا ماخوذ ہے۔

(Origin's A Short Etymological Dictionary of Moderen English. P. 674)

آکسفورڈ ڈکشنری میں زیر لفظ STREET لکھا ہے کہ لاطینی میں STRATA کا لفظ LATE LATIN سے تعلق رکھتا ہے۔ اور اس ڈکشنری کے شروع میں ETMOLOGY کے عنوان کے نیچے وضاحت ہے کہ موخر لاطینی (LATE LATIN) ۲۰۰ عیسوی سے لیکر ۶۰۰ عیسوی تک کے زمانہ سے تعلق رکھتی ہے۔ گویا ۲۰۰ عیسوی سے پہلے یہ لفظ لاطینی میں نہیں تھا۔ انجیل کے لاطینی ترجمہ میں STRAETA کا لفظ گلیوں یا راستوں کے لئے آیا ہے۔ (متی ۶/۵، ۱۴/۱۳ لوقا ۲۱/۱۴) لاطینی میں اگر یہ لفظ کسی دوسری زبان سے مستعار ہے تو دیکھنا یہ ہے کہ لاطینی نے کس زبان سے اخذ کیا۔ جیفری اپنی کتاب FORIEGN VOCABULARY OF THE QURAN میں لکھتا ہے:-

"The world was doubtless first introduced by The Raman administration into Syria and the surrounding territary." (P. 196)

کہ ارض شام اور اس کے نواحی علاقوں پر جب رومنوں کا قبضہ ہوا تو بلا شک وشبہ اس دور میں یہ لفظ لاطینی میں متعارف ہوا۔

رومنوں کے مقبوضہ علاقوں آرامی یا سریانی کا دور دورہ تھا۔ سریانی میں استریطا (اس ت ری ط ا) کا لفظ موجود ہے۔ مفروش گلیوں کو استریطا کہتے تھے۔ قرین قیاس ہے پہلے رومیوں کی عوامی زبان میں یہ لفظ مروج ہوا۔ رومنوں نے اس نام کو قائم رکھا بلکہ مستعار لیکر اپنا لیا۔ آرامی میں اس لفظ کے ہجے یوں ہیں" اس طا رطی ا" یا " ای س رطی آ"[1] صاف ظاہر ہے کہ لاطینی نے سریانی یا آرامی سے ستراتا لفظ لیا ہے۔ یہ مسلمہ ہے کہ سریانی عربی کی بیٹی ہے۔ استریطا عربی کا مرکب لفظ ہے۔ عربی میں ستر کے معنے چھپانا۔ استتر ڈھک جانا۔ چھپ جانا۔ طایہ سطح۔ طیّہ منزل، فاصلہ۔ طار آنا جانا، آمدورفت۔ لفظ استرطا عربی ہے۔

---

[1] سریانی اور آرامی تراکیب جیفری نے اپنی کتاب کے صفحہ ۱۹۶ پر دی ہیں ؎

جس کے معنے ہیں PAVED WAY (مفروش راستہ)
سُریانی لفظ رومنوں نے اپنا لیا اور استرتا بنا لیا۔ فلالوجی میں ایک خطرہ کا نشان ہے کہ مشابہت سے بعض دفعہ دھوکا ہوتا ہے۔ ستراتا کا لفظ صراط سے کوئی تعلق نہیں رکھتا یہ نتیجہ اتنا واضح ہے کہ مجالِ انکار نہیں۔

بات صاف ہوگئی۔ لاطینی نے یہ لفظ سُریانی سے مستعار لیا۔ سُریانی نے عربی سے۔ اس نتیجہ کی تائید تاریخ اور جغرافیہ دونوں سے ہوتی ہے۔

(۵)

فلپ کے حتی نے اپنی مشہور کتاب تاریخ شام میں جگہ جگہ لکھا ہے کہ یونان و روما نے سامی زبانوں سے بہت سے الفاظ لئے ہیں۔ یہاں تک کہ یونانی دیومالا میں سامی اسماء ملتے ہیں۔ سمندر کے لئے "اوشن" لفظ بھی اپنی کُنہ کے لحاظ سے عربی ہے۔

حتی لکھتے ہیں کہ یونانِ قدیم کے بلاد و امصار کے نام سامی ہیں۔ ابجد اور حروف کے اسماء سامیوں (عربی آرامی بولنے والوں) سے لئے گئے۔ اساطیرِ یونان میں ایک سامی بادشاہ کا ذکر ہے۔ جس نے یونانیوں کو سامی حروف اور ان کے نام سکھائے۔ اس کا نام "قدموس" ہے۔ وہ فونیشی یعنی موجودہ لبنان کا تھا۔ جب اتنا کچھ یونان و روما نے لیا تو لفظ ستراتا کے مستعار لینے میں کونسا امر مانع تھا؟

یہ مسلمہ ہے کہ ستراتا لاطینی لفظ نہیں بلکہ مستعار ہے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ رومی مقبوضہ ممالک کی زبانوں میں یہ لفظ موجود تھا۔ اس سے یہ سادہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ لاطینی نے سامی زبانوں سے یہ لفظ لیا ہے۔ مثلاً "کاٹن" کا لفظ ہے، یہ عربی کا قُطن ہے۔ ایڈمرل، امیر البحر ہے۔ الف، بیت، زیت یونانی میں الفا، بیٹا، زیٹا بن گئے۔ جبرالٹر، جبل الطارق ہے۔ اسطورہ کا سٹوری ہوگیا۔ حتی لکھتا ہے کہ ہسپانوی نوآبادیوں کی طرح

"یونان میں بھی مختلف مقامات کے نام
نیز مختلف دیوتاؤں کے نام سامی ہیں"

(تاریخ شام مترجمہ مولانا غلام رسول مہر صفحہ ۹۱)

جب اتنی کثرت سے سامی الفاظ یورپی زبانوں میں منتقل ہوئے تو پھر سُریانی سے ستراتا اخذ کرنا بعید از قیاس نہیں ہوسکتا۔

(۶)

عُلَمَاءُ الْاَلْسِنَۃ کے ماہر بزرگ شیخ محمد احمد صاحب مظہر نے اپنے ایک مقالہ میں جو ستمبر ۱۹۶۲ء کے الفرقان میں شائع ہوا لفظ صراط پر ایک اعلیٰ درجہ کی تحقیق پیش کی ہے جو قابلِ دید ہے جس میں انہوں نے ثابت کیا ہے کہ عربی کا صراط لاطینی ستراتا سے بالکل مختلف لفظ ہے۔ اس تحقیق کو آگے بڑھانے کے لئے میں نے کچھ معروضات پیش کی ہیں ؎

گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔
(الف) "صراط لغتِ عرب میں ایسی راہ کو کہتے

ہیں جو سیدھی ہو۔ یعنی تمام اجزاء اسکے وضع استقامت پر واقع ہوں اور ایک دوسرے کی نسبت عین محاذات پر ہوں۔"
(الحکم ۱۰ر فروری ۱۹۰۵ء صٓ)

(بؔ) "صاحبِ دل اور روشن ضمیر لوگوں کے نزدیک طریق (راستہ) کو اُس وقت تک صِرَاط کا نام نہیں دیا جا سکتا جب تک وہ امورِ دین میں سے پانچ امور پر مشتمل نہ ہو اور وہ یہ ہیں۔ (۱) استقامت (۲) یقینی طور پر مقصود تک پہنچانا (۳) اس کا نزدیک ترین (راہ) ہونا (۴) گزرنے والوں کے لئے اس کا وسیع ہونا اور (۵) سالکوں کی نگاہ میں مقصود تک پہنچنے کے لئے اس راستہ کا متعین کیا جانا۔ اور صراط کا لفظ کبھی تو خدا تعالیٰ کی طرف مضاف کیا جاتا ہے کیونکہ وہ اس کی شریعت ہے اور وہ چلنے والوں کے لئے ہموار راستہ ہے اور کبھی اُسے بندوں کی طرف مضاف کیا جاتا ہے کیونکہ وہ اس پر چلنے والے اور اُسے عبور کرنے والے ہیں۔"
(ترجمہ از عربی کرامات الصادقین ص۹۵ بحوالہ تفسیر سورہ فاتحہ ص۲۱) +

ہمارے مجاہدین ـــــ پیکرانِ ایثار و وفا

سیدنا حضرت فضل عمر رضی اللہ عنہ کی بستی "ربوہ" سے ہر نئے دن مبشرینِ اسلام دنیا کے کونے کونے میں تبلیغِ اسلام کے عظیم مجاہدہ کے لئے بھجوائے جاتے ہیں۔ ۹ر فروری ۱۹۷۴ء کو مکرمی مولوی محمد اسمٰعیل صاحب منیر کو جب اس مقدس سفر پر روانہ کیا گیا تو سارے مجاہد بھائیوں کی یاد تازہ ہو گئی جو حسب ذیل نظم کی صورت میں ڈھل گئی۔ ـــــ (شبیر احمد بی۔ اے واقفِ زندگی)

ہر سمت مجاہد جاتے ہیں پیغامِ خدا پہنچاتے ہیں
ظلمت میں بھٹکنے والوں کو اللہ کا نور دکھاتے ہیں
مہتابِ خلافت کی ضو میں ہر سمت یہ بڑھتے جاتے ہیں
مہدی کا عَلَم ہے ہاتھوں میں عالَم میں اسے لہراتے ہیں
اک ارض کے گوشہ گوشہ میں اللہ کے گھر یہ بناتے ہیں
اسلام کی عظمت کی خاطر گھر بار یہ اپنا لٹاتے ہیں
کیا کہنا ان کی جرأت کا طوفانوں سے ٹکراتے ہیں
تثلیث کے ایواں میں جا کر توحید کا گیت سناتے ہیں
ہمدردیٔ نوعِ انساں کو یہ اپنا شعار بناتے ہیں
محتاج ہیں جو تربیّت کے قرآں انہیں سکھلاتے ہیں
ہر قوم سے الفت رکھتے ہیں ہر ملک کو یہ اپناتے ہیں
ایثار و وفا کے پیکر ہیں غیروں کے بوجھ اُٹھاتے ہیں

خدام ہیں دینِ محمدؐ کے اس دین کو یہ پھیلاتے ہیں
شبیرؔ جہادِ اکبر میں یہ اپنی جان لڑاتے ہیں

بزرگانِ سلف کی بعض کتابوں میں تبدیلی کا ناپاک منصوبہ

احمدیت کے مقابل علمی شکست کا ردِّ عمل!

(از جناب مولوی دوست محمد صاحب شاہد)

تحریکِ احمدیت کے علمِ کلام کی برتری

حقانیت اور فتحِ مبین کا دستاویزی ثبوت یہ بھی ہے کہ غیر احمدی علماء نے سلسلہ احمدیہ کے زبردست دلائل منقولی شواہد اور فیصلہ کن حقائق کے مقابل علمی طور پر عبرتناک شکست کھا جانے کے بعد اپنے ہی مسلّمہ بزرگانِ سلف کی کتابوں میں ردّ و بدل کرنا شروع کر دیا ہے۔ اُن کے جدید ایڈیشنوں میں ترمیم کر کے اُن کو اپنے معتقدات کے سانچہ میں ڈھالا جا رہا ہے۔ بعض کتابوں کے متن میں سے صفحوں کے صفحے خارج کر دیئے گئے ہیں۔ اسی طرح بعض تراجم میں سے عہدِ اوّل کے بہت سے علماءِ ربانی اور صوفیائے عظام کے ایسے واقعات و فرمودات کو نہایت پُراسرار طریق سے نکالا جا رہا ہے جو احمدی مناظر قیامِ پاکستان سے قبل سالہا سال تک اپنے مباحثوں میں پیش کیا کرتے تھے اور جن کا ایک معتد بہ حصہ احمدیہ لٹریچر میں محفوظ ہے اور سلسلہ احمدیہ کی تبلیغی تاریخ کا ایک دائمی حصہ بن چکا ہے۔

اس ضمن میں یہاں تک بےباکی اور دیدہ دلیری کا مظاہرہ کیا گیا ہے کہ خود تراشیدہ اور من گھڑت الفاظ یا فقرات کو بلا تامل اسلام کی گزشتہ بلند پایہ شخصیتوں کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے۔

قدیم اسلامی لٹریچر میں ترمیم و تنسیخ اور حذف و اضافہ کا یہ منصوبہ وسیع پیمانے پر منصۂ شہود پر آ چکا ہے اور اس کا دائرہ نثر اور نظم دونوں پر حاوی ہے اور مواعظ و خطبات، سیرت و سوانح، تصوف، عقائد اور کلام و حدیث کی کتابوں تک ہی نہیں قرآن مجید کے ترجمہ اور تفسیر تک جا پہنچا ہے۔

موجودہ ابتدائی تحقیق کے مطابق مندرجہ ذیل کتابیں قطعی طور پر ردّ و بدل کی اس سازش کا شکار ہو چکی ہیں۔

۱۔ مجموعہ خطب (مؤلفہ مولانا محمد مسلم صاحب مرحوم)
۲۔ معراج نامہ (مولوی قادریار صاحب مرحوم)
۳۔ تذکرۃ الاولیاء (تصنیف حضرت شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ)
۴۔ الاربعین فی احوال المہدیین (مؤلفہ حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ)

۵۔ شمائل ترمذی (از حضرت امام ابو عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ)

۶۔ صحیح مسلم شریف (حضرت امام مسلم بن حجاج قشیری رحمۃ اللہ علیہ)

۷۔ تفسیر مجمع البیان (حضرت الشیخ فضل ابن الحسن اسباری المشہدی)

۸۔ ترجمہ قرآن کریم (از حضرت شاہ رفیع الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

مجموعہ خطب

انیسویں صدی کے مسلم پنجاب میں اہلسنت والجماعت کے ایک مشہور عالم و خطیب مولانا محمد مسلم (ولادت ۱۸۰۵ء وفات ۱۸۸۰ء) گزرے ہیں جن کو جامع البرکات والکمالات کا خطاب دیا جاتا ہے حضرت مولوی صاحب "گلزار آدم" "گلزار موسیٰ" "گلزار سکندری" "گلزار ابراہیمی" "تاثیر الصلوٰۃ" اور "تقویۃ الاسلام" وغیرہ پنجابی کتابوں کے مؤلف تھے[1] آپ کا لکھا ہوا مجموعہ خطب بہت مقبول ہے جس کے مواعظ اور اشعار شہروں اور دیہات اور منبروں پر مدتوں تک گونجتے اور بڑے شوق اور ذوق سے سنے جاتے رہے ہیں۔ آپ کے مجموعہ خطب میں ایک شعر یہ درج تھا ؎

اسمٰعیل اسحٰق نہ رہیا موسیٰ عیسیٰ نالے
ہور الیاس داؤد پیغمبر پیتے اجل پیالے
(مجموعہ خطب صـ۱۴ مطبوعہ ۱۳۱۹ ہجری ۱۹۰۲ء مطبع مفید عام لاہور)

یعنی حضرت اسمٰعیل، اسحٰق نیز موسیٰ اور عیسیٰ بھی نہ رہے۔ اسی طرح الیاس اور داؤد پیغمبر نے بھی موت کے پیالے پی لئے۔

پہلے مصرعہ سے چونکہ وفات حضرت عیسیٰ کے احمدی نظریہ کی صریح تائید ہوتی تھی اور صاف طور پر کھل جاتا تھا کہ جماعت احمدیہ ہی آج اہلسنت والجماعت کے قدیم عقائد پر گامزن ہے اسلئے اس رسالہ کا ایک نیا ایڈیشن تیار کیا گیا ہے جس میں مندرجہ بالا شعر کو بدل کر یہ الفاظ لکھ دیئے گئے ہیں ؎

اسمٰعیل اسحٰق نہ رہیا ہارون موسیٰ نالے
لوط اتے داؤد پیغمبر پیتے اجل پیالے
("مجموعہ خطب پنجابی" صـ۱۲ ناشر سراج الدین اینڈ سنز تاجران کتب کشمیری بازار لاہور[2])

معراج نامہ

زبان اردو میں معراج نامہ کے نام سے صوفی اسلام اللہ اکبر آبادی، شفیق اورنگ آبادی، نوازش علی خان شیدا، محمد باقر آگاہ، تصوف حسین واصف اکبر آبادی اور دوسرے ارباب سخن نے متعدد رسالے شائع کئے۔

---

[1] پنجابی شاعروں کا تذکرہ (پنجابی) مؤلفہ میاں مولا بخش کشتہ امرتسری صـ۸۲ مطبوعہ ... لاہور۔

[2] مجموعہ خطب پنجابی کے دونوں ایڈیشن راقم الحروف کے پاس موجود ہیں۔

مگر پنجاب میں جو پنجابی اور منظوم معراج نامہ مقبولِ خاص و عام ہُوا۔ وہ مولوی قادر بخش صاحب المتخلص قادریار۔ مرحوم (ولادت ۱۸۰۲ء وفات ۱۸۹۲ء) کا تھا۔[۱] اس معراج نامہ کے تمام پُرانے نسخوں میں یہ شعر آج تک موجود ہے ؎

چُپ محمدؐ حرف نہ کیتا سُنتا نال غمی دے
دھانا رُوح جنابے خوابوں تن مقام زمیں تے

دوسرے مصرعہ میں معراج کی اس حقیقت پر روشنی پڑتی ہے کہ اس اعجازی واقعہ کے دوران آنحضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رُوحِ اقدس خواب میں اپنے خدا تک پہنچی تھی مگر جسدِ اطہر زمین پر ہی رہا تھا۔ اِس مصرعہ سے چونکہ معراج رُوحانی پر مُہرِ تصدیق ثبت ہوتی تھی اسلئے معراج نامہ کے جدید ایڈیشن تبدیل کر دیئے گئے ہیں اور اس کی بجائے مصرعہ ثانی یہ لکھ دیا گیا ہے ع

"دھانا رُوح جنابے خوابوں تن سمیت بلندی"

(معراج نامہ مطبوعہ شیخ برکت علی اینڈ سنز کشمیری بازار لاہور)[۲]

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوح جنابِ الٰہی میں ایسی صورت میں حاضر ہوئی کہ آپؐ اپنے تن (یعنی جسم خاکی) سمیت چل کر گئے۔

تذکرۃ الاولیاء

دُنیائے اسلام کے ممتاز صوفی اور نامور عارف حضرت شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۶۱۸ ہجری ۱۲۲۱ء) بہت سی کتابوں کے مؤلف ہیں جن میں تذکرۃ الاولیاء کو شہرتِ دوام حاصل ہوئی ہے۔ یہ کتاب کثیر التعداد اولیاء و صوفیاء کے ایمان پرور حالات و شمائل کا بہترین ماخذ اور تصوّفِ اسلامی کا نچوڑ تسلیم کی جاتی ہے۔ اصل کتاب فارسی زبان میں ہے جس کا پہلا مستند اور بامحاورہ اُردو ترجمہ جناب عطاء الرحمٰن صاحب صدیقی دہلوی کے قلم کا رہینِ منّت ہے جو ملک چنن دین صاحب نقشبندی مجدّدی تاجر کتب منزلِ نقشبندیہ کشمیری بازار لاہور نے اپریل ۱۹۲۵ء میں بصرفِ زرِ کثیر نہایت صحت سے چھپوایا تھا۔

اِس کتاب میں سلسلہ احمدیہ کے علم کلام کی تائید یا اس پر اعتراضات کے جواب میں بہت سے حوالے ملتے ہیں جن میں سے بعض کا تذکرہ سلسلہ احمدیہ کی دیگر کتب کے علاوہ جماعت کے مشہور مناظر خالدِ احمدیت ملک عبدالرحمٰن صاحب خادمؓ کی "احمدیہ پاکٹ بک" میں بھی موجود ہے۔ احمدیہ لٹریچر یا مناظرات میں "تذکرۃ الاولیاء" سے منقول جن بزرگوں کے اقوال و واقعات سے استنباد کیا جاتا رہا ہے انکے نام یہ ہیں:-

حضرت امام جعفر صادقؒ (المتوفی ۱۴۸ھ ۷۶۵ء)

---

[۱] مانچھیکے متصل امین آباد ضلع گوجرانوالہ میں آپ کی قبر ہے ("پنجابی شاعروں کا تذکرہ" پنجابی صفحہ ۱۶۳)

[۲] اس کتاب کے دونوں ایڈیشن راقم الحروف کے ریکارڈ میں موجود ہیں +

حضرت حسن بصریؒ (المتوفیٰ سنہ ۱۱۰ھ/۷۲۸ء) حضرت بایزید بسطامیؒ (المتوفی قریباً سنہ ۲۶۱ھ/۸۷۵ء) حضرت سری سقطیؒ المتوفیٰ سنہ ۲۵۳ھ/۸۶۷ء) حضرت سفیان ثوریؒ (المتوفیٰ سنہ ۲۰۵ھ) حضرت امام ابو حنیفہؒ (المتوفیٰ سنہ ۱۵۰ھ/۷۶۷ء) حضرت یحییٰ معاذ (الرازی)ؒ (المتوفیٰ سنہ ۲۵۸ھ/۸۷۱ء) حضرت شبلیؒ (المتوفیٰ سنہ ۳۳۴ھ/۹۴۶ء) حضرت ابوالحسن النوریؒ (المتوفیٰ سنہ ۲۹۵ھ/۹۱۰ء) حضرت محمد بن علی الحکیم الترمذیؒ (المتوفیٰ سنہ ۲۵۵ھ/۸۶۹ء) حضرت ابوبکر واسطیؒ (المتوفیٰ سنہ ۳۲۰ھ/۹۲۱ء) حضرت رابعہ العدویؒ (المتوفاۃ سنہ ۱۸۵ھ/۸۰۱ء) حضرت ابوالفضل حسن سرخسیؒ (المتوفیٰ سنہ ھ) حضرت ابوالحسن خرقانیؒ (المتوفیٰ سنہ ۳۷۶ھ/۹۸۶ء) حضرت جنید بغدادیؒ (المتوفیٰ سنہ ۲۹۸ھ/۹۱۱ء) حضرت حسین منصورؒ (المتوفیٰ سنہ ۳۰۹ھ/۹۲۲ء) حضرت ابوالقاسم نصرآبادیؒ (المتوفیٰ سنہ ۳۷۲ھ/۹۸۳ء) [illegible]

(۱) الہام مقبولانِ بارگاہِ الٰہی کی علامت ہے۔

(۲) خاکساری اور فروتنی بزرگی و ولایت کا لازمی وصف ہے۔ ع

تذلل ہے رہِ درگاہِ باری!

(۳) عالمِ کشف و رؤیا میں بعض ایسے نظارے بھی اولیاء اللہ کو دکھائے جاتے ہیں جو اگر مادی دنیا میں رونما ہوں تو خلافِ شریعت قرار دیئے جائیں۔

(۴) اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں پیدا ہونے والے پہلے بزرگوں کو بڑے بڑے مقامات سے نوازا گیا۔ اور انہوں نے اپنی شان کے متعلق بڑے بڑے دعاوی کئے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضِ رُوحانی کی برکت کا کرشمہ ہے۔

(۵) بعض اوقات خواب میں دکھائی دینے والی بعض چیزیں خارج میں مادی صورت بھی اختیار کر لیتی ہیں جیسا کہ اولیائے اُمت کے روحانی تجربوں اور مشاہدوں سے ثابت ہے۔

(۶) علماءِ ظواہر نے اپنی بے بصیرتی کی وجہ سے ہمیشہ ہی بزرگانِ اُمت پر اُن کے زمانہ میں کفر کے فتوے صادر کئے ہیں۔

(۷) خاتم اولیاء کے معنے ولیوں کے سردار کے اور خاتم الانبیاء کے معنے نبیوں کے سردار کئے ہیں۔

(۸) "حیض" کا استعارہ گزشتہ صوفیوں اور بزرگوں کے ہاں زیرِ استعمال رہا ہے۔ لہٰذا اس کا مذاق اڑانا دنیائے تصوف کے رموز و اسرار سے قطعی ناواقفی کی دلیل ہے۔

(۹) بعض کرامات جن کی بناء پر حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اعتراض کیا جاتا ہے اُن کے نمونے ہمیں پہلے اولیاء کی زندگی میں بھی ملتے ہیں۔

(۱۰) کسی شخص یا مقبرہ کے بہشتی قرار دیئے جانے کا انکشاف پہلے بزرگوں پر بھی ہوتا رہا ہے۔

(۱۱) بعض مقامات کی زیارت، گزشتہ بزرگوں کے اقوال کے مطابق ظلّی حج کا رنگ رکھتی ہے جماعت احمدیہ کی طرف سے جب کتابوں اور مناظروں

کے ذریعہ عام مسلمان پبلک کے سامنے یہ تحریرات پیش
کی گئیں اور ثابت کر دیا گیا کہ احمدیت کسی نئے مکتبِ فکر کا نام نہیں ہے اور حضرت بانی جماعت احمدیہ
اسی مقدس قافلہ کے ایک ممتاز فرد ہیں جس میں تیرہ سو سالہ
بزرگانِ اُمت شامل ہیں تو مخالف علماء حیران رہ گئے۔
اور اُن کے لئے اس کے سوا اور کوئی چارۂ کار نہ رہا کہ
وہ "تذکرۃ الاولیاء" کا ایک ایسا ترجمہ عوام کو دیں
جو احمدیوں کے پیش کردہ حوالوں سے معرّا اور خالی ہو۔
جس پر علامہ عبدالرحمٰن صاحب "شوق" امرتسری[1] نے
خالص اسی نقطۂ نگاہ سے قلم اُٹھایا اور ایک اور
ترجمہ لکھا جس کا ایک ایڈیشن ملک سراج الدین اینڈ
سنز تاجرانِ کتب کشمیری بازار لاہور نے ۱۹۵۹ء میں
سپردِ اشاعت کیا۔ علامہ عبدالرحمٰن صاحب شوق نے
اس ایڈیشن میں احمدیت کی مخالفت کے جوش میں[2] ۱۹۴۰ء
کے مستند اور بامحاورہ اُردو ترجمہ کے مندرجہ ذیل مقامات
پر خطِ تنسیخ کھینچ کر اُن کو اپنے ترجمہ سے یکسر خارج کر دیا
حالانکہ تذکرۃ الاولیاء فارسی مطبوعہ ۱۳۰۸ھ (۱۸۸۹ء) مطبع
محمدی لاہور میں یہ سب حوالے موجود ہیں۔[3] حذف شدہ
فرمودات ذیل میں ملاحظہ فرمائیے اور پھر سنجیدگی اور
ٹھنڈے دل سے سوچئے کہ مولوی محمد حسین صاحب
بٹالوی سے لیکر آج تک کے تمام معترض علماء ظواہر

اگر اُن پاک نہاد اور خدا نما بزرگوں کے زمانہ میں ہوتے
جن کے ارشادات کو احمدیت کی مخالفت کے باعث
حذف کیا جا رہا ہے تو کیا وہ اسلام کی ان مایۂ ناز
ہستیوں کو بھی غیر مسلم اور کافر نہ قرار دیتے؟؟

۱۔ "منقول ہے کہ کسی آدمی سے آپؒ[1] نے
پوچھا کہاں جاتے ہو؟ کہا حج کو۔ پوچھا
کچھ پاس ہے؟ کہا دو سو درم۔ فرمایا
یہ مجھے دو کیونکہ میں عیالدار ہوں اور
سات بار میرے گرد پھر کر واپس
چلا جا۔ تیرا حج یہی ہے۔ اس نے
ویسا ہی کیا اور واپس چلا گیا۔"[2]
(ترجمہ کتاب تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۱۲۵
مطبوعہ منزل نقشبندیہ لاہور)

۲۔ "منقول ہے کہ ایک روز آپؒ[3] اصحاب
سمیت کسی کوچہ میں سے جا رہے تھے
سامنے سے کتا آیا تو آپ نے اُسے
رستہ دیا۔ یہ دیکھ کر ایک مرید کے دل
میں خیال آیا کہ اللہ تعالیٰ نے آدمی کو معزز
بنایا ہے اور آپ اس وقت سلطان العارفین
ہیں پھر آپ اپنے اور صالحے صادق
مریدوں پر کتے کو ترجیح دیتے ہیں۔
آپ نے فرمایا اے عزیز! کتے نے

---

[1] ولادت ۱۸۹۲ء۔ [2] تذکرۃ الاولیاء فارسی (۱۳۰۶ھ)
اس کا پہلا مستند ترجمہ نیز تحریف و تبدیلی شدہ ایڈیشن
خلافت لائبریری ربوہ سے دیکھے جا سکتے ہیں۔

[1] حضرت ابویزید بسطامیؒ [2] تذکرۃ الاولیاء فارسی صفحہ ۹۲
مطبوعہ ۱۳۰۸ھ [3] حضرت ابویزید بسطامیؒ۔

زبانِ حال سے بایزید کو کہا تھا کہ ازل میں مجھ سے کونسا ایسا قصور ہوا جس کے عوض مجھے کتا بنایا گیا۔ اور تُو نے کونسا نیک کام کیا جس کے عوض تجھے سلطان العارفین بنایا گیا۔ یہ خیال آتے ہی میں نے راستہ دیدیا[1]" (ترجمہ کتاب تذکرۃ الاولیاء ص۱۳۳ مطبوعہ منزل نقشبندیہ لاہور)

۳۔ "فرمایا[2] کہ مجذوب کی کئی ایک منازل ہیں چنانچہ بعض کو نبوت کا تیسرا حصہ ملتا ہے اور وہ خاتم الاولیاء اور تمام اولیاء کا سردار ہوتا ہے۔ جیسا کہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم انبیاء اور تمام انبیاء کے سردار تھے اور نبوت آنحضرتؐ پر ختم تھی[3]" (اردو ترجمہ کتاب تذکرۃ الاولیاء ص۴۲۲ مطبوعہ منزل نقشبندیہ لاہور)

۴۔ "جس[4] طرح عورتوں کو حیض آتا ہے اسی طرح مریدوں کے لئے راہِ ہدایت میں حیض ہے۔ مرید کی راہ کا حیض گفت گو سے آتا ہے۔ بعض ایسے ہوتے ہیں جو ناپاک حالت میں رہتے ہیں کبھی پاک ہی نہیں ہوتے۔ اور بعض ایسے ہیں جن کو یہ حیض لاحق ہی نہیں ہوتا وہ ساری عمر پاک رہتے ہیں[5]" (ترجمہ کتاب تذکرۃ الاولیاء ص۲۷۴ مطبوعہ منزل نقشبندیہ لاہور)

۵۔ "جب سے میں[6] نے اپنی والدہ کے شکم میں جنبش کی اُس وقت سے لیکر اب تک سارے واقعات جو پیش آئیں گے بے کم و کاست بیان کر سکتا ہوں[7]" (ترجمہ کتاب تذکرۃ الاولیاء ص۵۱۹ مطبوعہ منزل نقشبندیہ لاہور)

۶۔ "میں[8] ماسوائے اللہ سے زاہد ہو گیا۔ پھر جب میں نے اپنے آپ کو بلایا تو حق تعالیٰ سے آواز آئی۔ میں نے خیال کیا کہ اب میں خلقت سے آگے بڑھ گیا ہوں میں لبیک اللّٰھم لبیک کہتے ہوئے مُحرم ہو گیا۔ پھر حج کرنے لگا۔ اور وحدانیت میں جب طواف کرنے لگا تو بیت المعمور نے میری زیارت کی۔ کعبہ نے میری تسبیح پڑھی۔ ملائکہ نے میری تعریف کی۔ پھر ایک نور نمودار ہوا جس میں

---

[1] تذکرۃ الاولیاء فارسی ص۹۶ مطبوعہ ۱۳۰۶ھ [2] حضرت محمد علی حکیم الترمذیؒ [3] تذکرۃ الاولیاء فارسی ص ۲۷۴ مطبوعہ ۱۳۰۶ھ [4] قول حضرت ابوبکر واسطیؒ

[5] تذکرۃ الاولیاء فارسی مطبوعہ ۱۳۰۶ھ ص۳۰۹ [6] یعنی حضرت ابوالحسن خرقانیؒ [7] تذکرۃ الاولیاء فارسی مطبوعہ ۱۳۰۶ھ ص۳۳۷ [8] حضرت ابوالحسن خرقانیؒ

حق تعالیٰ کا مقام تھا۔ جب اس مقام میں پہنچا تو میری ملکیت میں کوئی چیز بھی نہ رہی[50]"
(ترجمہ کتاب تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۵۲۱ مطبوعہ منزل نقشبندیہ لاہور)

۷۔ "نیز فرمایا کہ میں[51] بایزید اور اویس قرنیؒ ایک ہی کفن میں تھے[52]"
(ترجمہ کتاب تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۵۲۶ مطبوعہ منزل نقشبندیہ لاہور)

۸۔ "نیز فرمایا کہ کبھی تو میں[53] اس کا ابوالحسن ہوں۔ اور کبھی وہ ابوالحسن ہے یعنی جب میں فنا ہوتا ہوں تو میں وہ ہوتا ہوں[54]"
(ترجمہ کتاب تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۵۲۷ مطبوعہ منزل نقشبندیہ لاہور)

۹۔ "نیز فرمایا کہ ایک روز اللہ تعالیٰ سے آواز آئی کہ جو شخص تیری[55] مسجد میں داخل ہوگا اس کے گوشت اور پوست پر دوزخ کی آگ حرام ہو جائے گی۔ اور جو بندہ تیری مسجد میں دو رکعت نماز ادا کرے گا خواہ تیری زندگی میں خواہ تیری زندگی کے بعد وہ قیامت کے دن عابدوں میں اُٹھے گا[56]" (ترجمہ کتاب تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۵۲۹ مطبوعہ منزل نقشبندیہ لاہور)

۱۰۔ "میں[57] نے جب اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ مجھے میری اصلی حالت دکھائی جائے تو اس نے دکھا دی اور وہ یہ کہ میں ایک میلے کچیلے ٹاٹ کی طرح ہوں۔ میں نے دیکھ کر عرض کی کہ کیا میں ایسا ہی ہوں؟ آواز آئی کہ ہاں۔ پھر میں نے پوچھا کہ پھر یہ ارادت، محبت، شوق اور تضرع کیا ہے؟ آواز آئی کہ وہ سب کچھ ہماری طرف سے ہے۔ اور تو یہی ہے جو دیکھ چکا ہے۔ جب میں نے اُن کی طرف اسکی ہستی سے دیکھا تو مجھے اپنی ہستی سے نکالا۔ پس اپنے آگے دیکھا تو میں اپنی نیستی سے نکلا اور اپنے اندوہ کے زانو پہ مجھے آزردہ دل ہو کر بیٹھ گیا۔ میں نے کہا یہ میرا کام نہیں[58]"
(اردو ترجمہ کتاب تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۵۵۵ مطبوعہ منزل نقشبندیہ لاہور)

۱۱۔ "پیغمبر[59] خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ بعض قبرستان ایسے ہوں گے کہ

---

[50] تذکرۃ الاولیاء فارسی مطبوعہ ۱۳۰۶ھ صفحہ ۳۳۹ [51] حضرت ابوالحسن خرقانیؒ [52] تذکرۃ الاولیاء فارسی مطبوعہ ۱۳۰۶ھ صفحہ ۳۴۲ [53] حضرت ابوالحسن خرقانیؒ [54] تذکرۃ الاولیاء فارسی مطبوعہ ۱۳۰۶ھ صفحہ ۳۴۳ [55] مراد حضرت ابوالحسن خرقانیؒ ؛

[56] تذکرۃ الاولیاء فارسی مطبوعہ ۱۳۰۶ھ صفحہ ۳۶۱ [57] حضرت ابوالحسن خرقانی [58] تذکرۃ الاولیاء فارسی مطبوعہ ۱۳۰۶ھ صفحہ ۳۶۰-۳۶۱ [59] قول حضرت ابوالقاسم نصرآبادی +

اُن کے چاروں کو ساتھ پکڑ کر اسے
بغیر حساب کے بہشت میں ڈال
دیں گے۔ ان میں سے ایک شفیع بھی ہے[۱]"
(ترجمہ کتاب تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۱۱
مطبوعہ منزل نقشبندیہ لاہور)

مذکورہ ایڈیشن میں علامہ عبدالرحمن صاحب شوق نے اگرچہ احمدیہ علم کلام کی مؤید عبارتوں کو اپنی کتاب سے غائب کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا تاہم خوش قسمتی سے بعض حوالے پھر بھی اس ایڈیشن میں ایسے بچ رہ گئے جن سے احمدی فائدہ اٹھا سکتے تھے لہٰذا ضرورت پڑی کہ بقیہ تمام حوالے بھی چُن چُن کر نکال باہر کئے جائیں تا آئندہ مسلمین "تذکرۃ الاولیاء" کے مطالعہ کے نتیجہ میں احمدیت سے متاثر نہ ہو جائیں۔ یہ کٹھن فریضہ جناب سید رئیس احمد صاحب جعفری[۲] نے نہایت خوبی اور کمال محنت و جانفشانی سے انجام دیا۔ چنانچہ انہوں نے "نیا تذکرۃ الاولیاء" لکھا جس کے پہلے حصہ میں اصل "تذکرۃ الاولیاء" کا اپنے مقصد و مطلب خلاصہ شامل کیا اور حصہ دوم میں برصغیر پاک و ہند کے بعض صوفیاء کے حالات درج کئے۔ اس مصلحت آمیز کارروائی کے نتیجہ میں جو حوالے قارئین کی آنکھوں سے مستقل طور پر اوجھل ہو گئے وہ حسب ذیل ہیں :-

۱۔ "نیز فرمایا[۳]: کہ الہام مقبولوں کا وصف ہے اور بغیر الہام استدلال کرنا مردودوں کا فعل ہے[۴]"
(اردو ترجمہ تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۱۵
مطبوعہ منزل نقشبندیہ لاہور)

۲۔ "منقول ہے کہ ایک روز یہ حدیث پڑھی گئی "اٰخر من یخرج من النار یقال لہ نھاد" یعنی اس اُمت میں سے سب سے آخیر جو دوزخ سے نکلے گا وہ اسّی ہزار سال بعد نکلے گا اور جس کا نام نھاد ہوگا۔ یہ سُن کر[۵] فرمایا کاش! وہ نھاد حسن ہی ہوتا"
(ترجمہ کتاب تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۲۷
مطبوعہ منزل نقشبندیہ لاہور)

۳۔ "منقول ہے کہ حسن بصریؒ کا ایک آتش پرست ہمسایہ شمعون نام بیمار ہوا۔ جب اُس کی حالت نازک ہو گئی تو کسی نے آکر آپ کو اطلاع دی کہ اپنے ہمسایہ کی خبر تو پوچھیں۔ آپ اس کے پاس آئے دیکھا کہ آگ کے دھوئیں کے مارے سیاہ ہو گیا ہے۔ آپ نے فرمایا اب تو خدا تعالیٰ سے ڈرو۔ ساری عمر تو تم نے

---

۱ تذکرۃ الاولیاء فارسی مطبوعہ ۱۳۰۶ھ صفحہ ۴
۲ وفات ۲۸ اکتوبر ۱۹۶۸ء
۳ حضرت امام جعفر صادقؒ

۴ تذکرۃ الاولیاء فارسی مطبوعہ ۱۳۰۶ھ صفحہ ۱۱۔
۵ حضرت حسن بصریؒ
۶ تذکرۃ الاولیاء فارسی مطبوعہ ۱۳۰۶ھ صفحہ ۱۷

آگ اور دھوئیں میں بسر کی اب تو اسلام قبول کرو۔ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے۔ شمعون نے کہا تین باتیں مجھے اسلام سے روکتی ہیں۔ ایک یہ کہ تم دنیا کو بُرا کہتے ہو اور پھر دن رات اس کی تلاش میں رہتے ہو۔ دوسرے یہ کہ موت کو حق سمجھتے ہو۔ پھر اس کے لئے تیاری نہیں کرتے۔ تیسرے یہ کہ دیدارِ حق کے قائل ہو اور پھر زندگی میں ایسے کام کرتے ہو جو سر بسر اس کی رضا کے برخلاف ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ علامت آشناؤں کی ہے پس اگر مومن ایسا کرتے ہیں تو تم کیا کر رہے ہو۔ وہ اس کی بیگانگی کے اقراری ہیں اور تم نے آتش پرستی میں عمر بسر کر دی ہے۔ آگ جس کی پرستش تم نے ستر سال کی ہے تمہیں اور مجھے دونوں کو جلا دے گی اور تیرا کچھ لحاظ نہ کرے گی۔ لیکن اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو آگ کی مجال نہیں کہ میرے بدن کا ایک بال بھی جلا سکے خواہ آزما لو۔ آؤ ہم دونوں آگ میں ہاتھ ڈالتے ہیں پھر تمہیں آگ کی کمزوری اور اللہ تعالیٰ کی قدرت معلوم ہو جائے گی۔ یہ کہہ کر دونوں نے آگ میں ہاتھ رکھے۔ آگ نے ذرہ بھر اثر نہ کیا۔ جب شمعون نے یہ دیکھا تو حالت بدل گئی

دل میں محبت پیدا ہوئی اور حسن رضی اللہ عنہ کو کہا کہ میں ستر سال تو آتش پرستی کرتا رہا اب چند ایک دم باقی ہیں ان میں میں کیا کر سکتا ہوں۔ فرمایا بہتر یہی ہے کہ تو مسلمان ہو جائے کہا اگر آپ اس بات کی نوشت دے دیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے عذاب نہیں کرے گا تو میں مسلمان ہو جاتا ہوں۔ آپ نے خط لکھ دیا۔ شمعون نے کہا اس پر علماء بصرہ گواہی کے دستخط کریں۔ جب وہ دستخط ہو گئے تو آپ نے وہ خط شمعون کو دیا۔ شمعون زار زار رویا اور مسلمان ہو گیا اور حسن بصری رح کو وصیت کی کہ جب میں مر جاؤں تو آپ اپنے ہاتھ سے مجھے غسل دیں اور قبر میں دفن کر کے یہ خط میرے ہاتھ میں دیں تاکہ میرے پاس دلیل ہو۔

اسلام لا کر وہ مر گیا آپ نے اس کی وصیت کے مطابق کام کیا۔ چنانچہ خود غسل دیا۔ نماز جنازہ کی اور دفن کیا۔ آپ کو اس رات فکر کے مارے نیند نہ آئی۔ ساری رات نماز ادا کرتے رہے۔ اپنے دل میں کہتے تھے کہ یہ میں نے کیا کیا۔ میں تو خود ہی ڈوبا ہوا ہوں دوسرے کو کس طرح بچاؤں گا۔ مجھے اپنے ہی ملک پر دسترس نہیں تو پھر میں نے اللہ تعالیٰ کے ملک کے بارے میں کیونکر نوشت دے دی۔

اسی اندیشے میں آنکھ لگ گئی تو کیا دیکھتے ہیں کہ شمعون سر پہ تاج رکھے اور حلۂ زیب تن کئے ہوئے بہشت میں ہنسی خوشی ٹہل رہا ہے پوچھا کیا حالت؟ کہا دیکھ لو پوچھتے کیا ہو مجھے اپنے فضل و کرم سے اس مقام میں جگہ دی۔ اپنا دیدار دکھایا اور جو کچھ فضل و کرم میرے حق میں کیا وہ عبارت میں ادا نہیں ہو سکتا۔ اب آپ بری الذمہ ہیں۔ یہ لو اپنا خط مجھے اس کی ضرورت نہیں جب آپ بیدار ہوئے تو وہی خط ہاتھ میں دیکھا[1]۔"
(ترجمہ کتاب تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۳۰-۳۱)

۴۔ "منقول ہے کہ ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ چودہ سال راستہ طے کر کے کعبے پہنچے۔ آپ[2] نے یہ ٹھانی تھی کہ اور لوگ تو قدموں چل کر پہنچتے ہیں میں آنکھوں کے بل جاؤں گا۔ پس ہر قدم پر آپ دو رکعت نماز ادا کرتے کرتے مکے پہنچے تو وہاں پر خانہ کعبہ کو نہ دیکھ کر کہا یہ کیا حادثہ ہے۔ شاید میری بینائی میں خلل آ گیا ہے۔ غیب سے آواز آئی کہ تمہاری بینائی میں فرق نہیں بلکہ خانہ کعبہ ایک ضعیفہ کے استقبال کے لئے گیا ہے۔ جو ادھر آ رہی ہے۔ غیرت کے مارے آپ پکار اٹھے کہ وہ کون ہے؟ اتنے میں دیکھا کہ رابعہ بصری[3] عصا ٹیکتی ہوئی آ رہی ہیں۔ پھر کعبہ بھی اپنے اصلی مقام پر آ گیا[4]۔" (ترجمہ کتاب تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۵۵)

۵۔ "اگر پیغمبر میں معجزہ ہے تو ولی میں کرامت ـــــ اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کی برکت سے "من ردّ دانقًا من الحرام فقد نال درجة النبوّة" جس نے حرام کی ایک دمڑی اس کے مالک کو واپس دی اسے نبوّت کا درجہ مل گیا۔ اور نیز فرمایا کہ سچا خواب نبوّت کا چالیسواں[5] حصہ ہے[6]۔"
(اردو ترجمہ کتاب تذکرۃ الاولیاء صفحہ [illegible])

۶۔ "منقول ہے کہ جب آپ[7] مسجد میں جاتے تو کھڑے روتے رہتے۔ لوگ پوچھتے کیوں؟ فرماتے میں اپنے تئیں حیض والی عورت کی طرح پاتا ہوں[8]۔"
(اردو ترجمہ تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۱۲۸)

۷۔ "پوچھا مجاہدوں میں آپ کی کیفیت کیا رہی۔ فرمایا میں سولہ سال محراب میں رہا۔

---

[1] تذکرۃ الاولیاء فارسی مطبوعہ ۱۳۰۶ھ صفحہ ۲۲ [2] حضرت رابعہ العدویؒ

[3] تذکرۃ الاولیاء فارسی مطبوعہ ۱۳۰۶ھ صفحہ ۴۲ [4] قول حضرت رابعہ العدویؒ [5] تذکرۃ الاولیاء فارسی مطبوعہ ۱۳۰۶ھ صفحہ ۴۲ [6] حضرت ابویزید بسطامیؒ [7] تذکرۃ الاولیاء فارسی مطبوعہ ۱۳۰۶ھ صفحہ ۹۳

اور اپنے تئیں حیض والی عورت کی طرح جانتا تھا۔[1]" (ایضاً ص۱۵۱)

۸۔ "ایک دفعہ خلوت میں آپ[2] کی زبان سے یہ کلمہ نکل گیا سبحانی ما اعظم شانی۔ میں پاک ہوں میری شان کیا ہی بڑی ہے۔ جب ہوش میں آئے تو مریدوں نے کہا آپ نے یہ کلمہ کہا تھا۔ فرمایا تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم ہے اگر دوسری مرتبہ مجھ سے یہ کلمہ سنو تو مجھے ٹکڑے ٹکڑے کر دینا۔ پھر آپ نے ہر ایک مرید کو چھری دی۔ جب پھر یہ کلمہ صادر ہوا تو مریدوں نے قتل کا ارادہ کیا۔ کیا دیکھتے ہیں کہ سارا مکان آپ سے پُر ہو گیا ہے۔ مرید چھریوں کا وار کرتے لیکن کارگر نہ ہوتا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پانی پر چھری مار رہے ہیں۔ جب گھڑی بعد وہ صورت چھوٹی ہوئی اور آپ کا قد و قامت نمودار ہوا جیسے کہ معمولاً محراب میں تو ساری حالت مریدوں نے عرضِ خدمت کی۔ فرمایا بایزید یہ ہے جو تمہارے رُوبرو ہے۔ وہ بایزید نہ تھا۔[3]" (ترجمہ کتاب تذکرۃ الاولیاء ص۱۲۵ مطبوعہ منزل نقشبندیہ لاہور)

۹۔ "کسی نے آپ[4] سے پوچھا کہ عرش کیا ہے؟ فرمایا میں ہوں۔ پوچھا کرسی کیا ہے؟ فرمایا میں ہوں۔ پوچھا لوح و قلم کیا ہے؟ فرمایا میں ہوں۔ لوگوں نے کہا کہتے ہیں کہ ابراہیم، موسیٰ اور محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں۔ فرمایا میں ہی ہوں۔ لوگوں نے کہا اللہ تعالیٰ کے بندے جبرائیل میکائیل اسرافیل اور اسرافیل علیہم السلام کے سے بھی ہیں؟ فرمایا میں ہوں۔ وہ شخص خاموش ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ جو شخص حق میں محو ہو جاتا ہے تو حق بن جاتا ہے۔ اور جو کچھ ہے حق ہے۔ اگر ایسی صورت میں وہ سب کچھ ہو تو کوئی تعجب نہیں۔[5]" (ترجمہ کتاب تذکرۃ الاولیاء ص۱۵۹)

۱۰۔ "چنانچہ بایزید[؟] کو لوگوں نے کہا کہ قیامت کے دن ساری خلقت محمدی[؟] جھنڈے تلے ہوگی تو اس نے کہا کہ محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام اس سے زیادہ ہے خلقت میرے جھنڈے تلے کھڑی ہوگی۔[6]" ترجمہ کتاب تذکرۃ الاولیاء ص۱۶۳)

---

[1] تذکرۃ الاولیاء فارسی مطبوعہ ۱۳۰۶ھ ص۱۱۱ [2] حضرت بایزید بسطامی[؟] [3] تذکرۃ الاولیاء فارسی مطبوعہ ۱۳۰۶ھ ص۹۱۔

[4] حضرت بایزید بسطامی[؟] [5] تذکرۃ الاولیاء فارسی مطبوعہ ۱۳۰۶ھ ص۱۱۲ [6] تذکرۃ الاولیاء فارسی مطبوعہ ۱۳۰۶ھ ص۱۔

۱۱۔ "اسی طرح لوائی اعظم من لوائہ محمّد و سبحانی ما اعظم شانی۔ میرا نشان نشانِ محمدی سے بڑا ہے اور مَیں پاک ہوں[1] اور میری شان کیا ہی اعلیٰ ہے[2]۔"
(ترجمہ کتاب تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۱۲۳)

۱۲۔ "آپؒ بصرے میں بیمار پڑ گئے۔ امیر بصرہ نے آپ کو بلا بھیجا تو آدمیوں نے آپ کو ایک بیمار پایا۔ آپ کو اسہال کی بیماری تھی لیکن عبادت سے ایک دم بھی آرام نہیں لیتے تھے۔ اُس رات حساب کیا تو آپ نے ساٹھ مرتبہ اُٹھ کر وضو کیا اور نماز ادا کی۔ لوگوں نے کہا آپ وضو تو نہ کریں۔ فرمایا مَیں چاہتا ہوں کہ جب عزرائیل آئے تو پاک ہوں نہ کہ پلید۔ کیونکہ پلیدی کی حالت میں بارگاہِ الٰہی میں نہیں جا سکتے[3]۔"
(ترجمہ کتاب تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۱۸)

۱۳۔ "ایک رات خواب میں دیکھا کہ آپؒ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہڈیاں لحد میں سے اکٹھی کر رہے ہیں۔ اور بعض کو پسند کرتے ہیں اور بعض کو نہیں۔ مارے خوف کے بیدار ہو گئے تو ابن سیرین کے ایک صحابی سے پوچھا تو اس نے کہا کہ آپ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے علم اور حضرت کی سنت کو محفوظ رکھنے میں اس درجہ کو پہنچیں گے کہ اس پر متصرف ہوں گے اور اُن کے صحت و سقم میں تمیز کریں گے[4]۔"
(ترجمہ کتاب تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۱۰۸)

۱۴۔ "منقول ہے کہ ایک روز کوئی مرقعہ پوش ہوا سے اُتر آپؒ کے سامنے زمین پر پاؤں مارنے لگا اور کہنے لگا کہ مَیں جنید وقت ہوں۔ مَیں شبلیؒ وقت ہوں۔ مَیں بایزید وقت ہوں۔ آپ بھی اُٹھ کر رقص کرنے لگے اور فرمانے لگے کہ مَیں خدائے وقت ہوں مصطفیٰؐ وقت ہوں۔ اس کے معنی وہی ہیں جو ہم حسین منصورؒ کے حال میں انا الحق کے معنی بیان کر چکے ہیں کہ وہ محو تھا[5]۔"
(ترجمہ کتاب تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۵۱۵)

مندرجہ بالا تفصیل کی روشنی میں بآسانی یہ اندازہ لگایا

---

[1] حضرت ابویزید بسطامیؒ [2] تذکرۃ الاولیاء فارسی مطبوعہ ۱۳۰۶ھ صفحہ ۱۱۱ [3] حضرت سفیان ثوریؒ [4] تذکرۃ الاولیاء فارسی مطبوعہ ۱۳۰۶ھ صفحہ ۱۲۶ [5] امام اعظم حضرت ابوحنیفہؒ۔ نئے تذکرۃ الاولیاء میں حضرت امام اعظمؒ کا ذکر ہی قلمزن کر دیا گیا ہے۔

[1] تذکرۃ الاولیاء فارسی مطبوعہ ۱۳۰۶ھ صفحہ ۱۲۳ [2] حضرت ابوالحسن خرقانیؒ [3] تذکرۃ الاولیاء فارسی مطبوعہ ۱۳۰۶ھ صفحہ ۴۳۵ (علاوہ ازیں ایسے ۱۱۸-۲۱۷-۲۳۴-۲۰۶-۲۷۲ صفحات (میں سے بھی بعض واقعات حذف کر دیئے گئے ہیں)

جا سکتا ہے کہ قدوۃ السالکین زُبدۃ العارفین حضرت شیخ فریدالدین عطّار رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "تذکرۃ الاولیاء" کو کس بے دردی سے حذف و تنسیخ کا تختۂ مشق بنایا گیا ہے۔

الاربعین فی احوال المہدیین

مجدّدِ صدی سیزدہم حضرت سیّد احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مُریدِ خاص حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ (شہادت ۱۲۴۶ھ / ۱۸۳۱ء) کی ایک کتاب "الاربعین فی احوال المہدیین" بھی ہے جو پہلی بار ۲ محرم الحرام ۱۲۶۸ ہجری مطابق ۲۱ نومبر ۱۸۵۱ء کو مصری گنج کلکتہ سے شائع ہوئی۔ اس کتاب کے آخر میں چھٹی صدی ہجری کے نواحِ دہلی کے صوفی مُرتاض اور ولیِ کامل حضرت نعمت اللہ ولی رحمۃ اللہ علیہ کا ظہورِ مہدیٔ معہودؑ سے متعلق اصلی قصیدہ بھی شامل تھا۔ یہ قصیدہ پچپن ۵۵ اشعار پر مشتمل تھا۔

حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام نے جون ۱۸۹۲ء میں نشانِ آسمانی کے نام سے ایک معرکۃ الآراء کتاب شائع فرمائی جس میں آپؑ نے الاربعین کے حوالہ سے اس قصیدہ کا تفصیلی ذکر کیا اور اسے اپنی صداقت کے نشان کے طور پر پیش فرمایا۔ نیز اس کے بعض ابیات کا ترجمہ اور تشریح کر کے ثابت کیا کہ آپ ہی اس الٰہی بشارت پر مشتمل قصیدہ کے موعود اور مہدیٔ معہود سے متعلق پیشگوئی کے مصداق ہیں کیونکہ جیسا کہ اس قصیدہ میں خبر دی گئی تھی ٹھیک چودھویں صدی کے سر پر آپؑ کا ظہور ہُوا۔ آپؑ ہی کو یہ بشارت دی گئی کہ ایک موعود لڑکا آپؑ کی یادگار رہ جائے گا۔ آپؑ کا نام "احمدؐ" ہے۔ آپؑ "مہدیٔ وقت" بھی ہیں اور "عیسیٔ دَوراں" بھی۔

مخالفینِ احمدیت نے اس الہامی قصیدہ سے جو سلوک کیا وہ المیہ سے کم نہیں تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ مولوی محمد جعفر صاحب تھانیسری مؤلّف "تواریخ عجیب" و "سوانح احمدی" نے ۲۳ جولائی ۱۸۹۲ء کو "نشانِ آسمانی" کے ردّ میں "تائیدِ آسمانی"[1] لکھی جس میں انہوں نے اگرچہ مندرجہ بالا قصیدہ صحیح اور مکمّل صورت میں شائع کر دیا نیز بتایا کہ "اربعین" کا وہ نسخہ جس کے آخر میں یہ اشعار چھپے ہوئے ہیں خود مَیں نے مرزا صاحب کو بھجوایا تھا (صفحہ ۴ و ۵) مگر انہوں نے مختلف اشعار کی روشنی میں یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی کہ مرزا صاحب پر یہ علامات چسپاں نہیں ہوتیں۔

اُس وقت تو مولانا محمد جعفر صاحب تھانیسری کے ہمنوا علماء نے "الاربعین" کے قصیدہ کو خاموشی

---

[1] یہ رسالہ اختر ہند پریس ہال بازار امرتسر میں چھپا تھا۔ مؤلّف کے علاوہ امرتسر میں شیخ محمد عبدالعزیز صاحب سوداگر کٹڑہ گھنیا سے بھی مل سکتا تھا۔ تھانیسری صاحب اُن دنوں صدر بازار کیمپ انبالہ میں مقیم تھے۔ اس رسالہ کا ایک نسخہ خلافت لائبریری ربوہ میں موجود ہے۔

سے صحیح تسلیم کر لیا لیکن کچھ عرصہ بعد انہوں نے رسالہ "الاربعین" کو مولانا ولایت علی عظیم آبادی (متوفی ۱۲۶۹ھ) کے دوسرے رسالوں میں شامل کر کے اس مجموعے کا نام "رسائلِ تسعہ"[1] رکھ کر شائع کر دیا اور رسالہ "الاربعین" کے آخر میں سے حضرت نعمت اللہ ولیؒ کا مکمل قصیدہ جو پچپن اشعار پر مشتمل اور الہامی تھا بالکل خارج کر ڈالا۔

سنہ ۱۹۲۰ء میں پروفیسر براؤن کی کتاب "تاریخ ادبیاتِ ایران" (A Literary History of Persia) شائع ہوئی جس میں مسٹر براؤن نے ایران کے شیعہ بزرگ حضرت شاہ نعمت اللہ کرمانیؒ کے مزار کے کسی مجاور سے حاصل شدہ ایک قصیدہ بھی درج کیا۔ یہ قصیدہ دراصل حضرت نعمت اللہ ولیؒ کے اصل قصیدہ کی بگڑی ہوئی شکل تھی جسے بابیوں نے سید علی محمد باب[2] پر چسپاں کرنے کے لئے مسخ کر دیا تھا حتیٰ کہ اُس کے نام کی نسبت سے اس میں "احمد" کی بجائے "محمد" لکھ دیا۔ اور چونکہ ایران کے شیعہ مسلمانوں کو دہلی کے کسی ولی سے کوئی خاص مذہبی عقیدت نہیں ہو سکتی تھی اسلئے انہوں نے نہایت ہوشیاری سے دہلی کے حضرت نعمت اللہ ولیؒ کا قصیدہ اُن کے ہم نام ایرانی بزرگ حضرت شاہ نعمت اللہ کرمانیؒ کی طرف منسوب کر دیا اور اُسے پروفیسر براؤن نے بھی کمال سادگی سے شاہ نعمت اللہ کرمانیؒ کے حالات میں درج کر دیا۔ حالانکہ اُنہیں قطعی اور یقینی طور پر عِلم تھا کہ شاہ نعمت اللہ کرمانیؒ کے دیوان مطبوعہ طہران سنہ ۱۲۷۶ھ میں اس قصیدے کا نام و نشان تک نہیں ہے جیسا کہ انہوں نے اپنی اسی کتاب کی تیسری جلد کے صفحہ ۴۶۲ میں واضح لفظوں میں اعتراف کیا ہے:۔

"The Poem is not to be found at all in the Lithographed edition."

یعنی اِس نظم کا نیتھو ایڈیشن میں قطعاً کوئی وجود ہی نہیں ہے۔[3]

اب آگے سنیئے۔ مسٹر براؤن کی یہ کتاب جونہی ہندوستان پہنچی اُن مخالفینِ احمدیت نے جو پورے قصیدہ کو "الاربعین" سے خارج کر کے اپنے خیال میں اس کے اثرات کو معدوم . . . . اور اُس کی اہمیت کو ختم کئے بیٹھے تھے یکایک میدانِ مخالفت میں آ گئے اور انہوں نے

---

[1] مولانا مسعود عالم ندوی نے اپنی کتاب "ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک" کے صفحہ ۲۱۲ پر "رسائلِ تسعہ" کے ذکر میں یہ بتایا ہے کہ یہ مجموعہ مولوی الٰہی بخش صاحب بڑاکری عظیم آبادی (المتوفی سنہ ۱۳۴۴ ہجری) کے اردو ترجمہ کے ساتھ چھپا تھا۔

[2] ۱۸۱۹ء ۔ ۱۸۵۰ء کے درمیان آذربائیجان میں قتل ہوئے۔

[3] اسلامیہ کالج پشاور کی لائبریری میں دیوان شاہ نعمت اللہ ولی کا ایک قدیم قلمی نسخہ موجود ہے۔ ملاحظہ ہو فہرست کتب کالج صفحہ ۱۹۱/۱۹۰) مگر اس مخطوطہ میں بھی یہ قصیدہ شامل نہیں ہے۔

مسٹر براؤن کی "تحقیق" کو بنیاد قرار دے کر یہ پروپیگنڈا شروع کر دیا کہ بس اب مغرب کے فاضل محققوں کی تحقیق نے ثابت کر دیا ہے کہ قصیدہ میں سعدی کا نام محمد لکھا تھا مگر مرزا صاحب نے احمد کر دیا۔ (کاشف مغالطہ قادیانی فی ردِ نشانِ آسمانی مطبوعہ گلزار ہند پریس لاہور) اس طرح محض احمدیت سے تعصب و عناد کے باعث دشمنانِ اسلام کی سازش سے اُلٹ پلٹ کیا ہوا قصیدہ اصلی قصیدہ قرار پا گیا تھا (اس قصیدہ پر پوری تحقیق کے لئے ملاحظہ فرمائیں الفرقان ربوہ جنوری ۱۹۷۲ء)

شمائل ترمذی

حضرت امام ابو عیسیٰ ترمذیؒ (المتوفی ۲۷۹ سنہ ہجری / ۸۹۲ء) کا شمار محدثینِ عظام میں ہوتا ہے۔ حضرت امامؒ کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیۂ مبارک، لباس، عادات و شمائل اور اخلاق و معمولات کے متعلق جتنی روایات پہنچیں اُن کو ایک کتاب شمائلِ ترمذی میں جمع کر دیا۔ علماء اور محدثین نے اس جامع کتاب کی بہت سی شرحیں اور حواشی لکھے ہیں۔ شمائل ترمذی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء مبارک کے بارے میں ایک حدیث درج ہے کہ "اَنَا الْعَاقِبُ" کہ میں عاقب ہوں۔ اس حدیث کے ساتھ ہی بطور تشریح یہ عبارت ہے کہ وَالعَاقِبُ الَّذِیْ لَیْسَ بَعْدَہٗ نَبِیٌّ مراسی وجہ سے مطبع مجتبائی دہلی اور امین کمپنی بازار دہلی میں چھپنے والے نسخوں کے بین السطور میں یہ تصریح موجود ہے کہ "ھٰذَا قَوْلُ الزُّھْرِیِّ" (کہ یہ امام زہریؒ[1] کا قول ہے)۔ پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور میں "شمائلِ ترمذی" کا ایک قلمی نسخہ ہے جس پر ۸ار ذی الحجہ ۱۳۰۲ھ کی تاریخ درج ہے اس مخطوطہ میں بھی اس مقام پر بین السطور لکھا ہے "ھٰذا قول الزھری شیخ ابن حجر" یعنی شیخ ابن حجر کے نزدیک یہ امام زہری کا قول ہے۔

علاوہ ازیں مشکوٰۃ کے شارح حضرت مُلا علی القاریؒ (المتوفی ۱۰۱۴ھ / ۱۶۰۶ء) نے بھی فرمایا ہے کہ "اَلظَّاھِرُ اَنَّ ھٰذَا تَفْسِیْرٌ لِلصَّحَابِیِّ اَوْ مَنْ بَعْدَہٗ وَفِیْ شَرْحِ مُسْلِمٍ قَالَ ابْنُ الْاَعْرَابِیِّ الْعَاقِبُ الَّذِیْ یَخْلُفُ فِی الْخَیْرِ مَنْ کَانَ قَبْلَہٗ۔" (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۵ صفحہ ۳۷۶ مطبوعہ مصر ۱۳۰۹ھ) یعنی صاف ظاہر ہے کہ "اَلْعَاقِبُ الَّذِیْ لَیْسَ بَعْدَہٗ نَبِیٌّ" کسی صحابی یا بعد میں آنے والے شخص کی تشریح ہے۔ مسلم کی شرح میں ہے کہ ابن اعرابیؒ نے کہا ہے کہ عاقب وہ ہوتا ہے جو کسی اچھی بات میں اپنے سے پہلے کا قائم مقام ہو۔

قارئین حیران ہوں گے کہ اس واضح حقیقت کے باوجود "قرآن محل مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی" سے ۱۳۸۰ھ / ۱۹۶۱ء میں ایک شمائل ترمذی شائع کی گئی ہے جس

---

[1] وفات ۱۲۳ھ / ۷۴۲ء

میں سے "هٰذَا قَوْلُ الزُّهْرِيِّ" کے بین السطور الفاظ بالکل حذف کر دیئے گئے ہیں تا کہ یہ مغالطہ بآسانی دیا جا سکے کہ عاقب کی یہ تشریح آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانِ مبارک سے نکلی ہوئی ہے اور فی الحقیقت یہ حدیث نبوی ہے۔ یہی نہیں اس مغالطہ انگیزی کو انتہا تک پہنچانے کے لئے حاشیہ میں بھی لکھ دیا ہے کہ:۔ "وَلَيْسَ بَعْدِيْ نَبِيٌّ" اور میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

صحیح مسلم شریف

حضرت امام مسلمؒ بن حجاج قُشَیری (ولادت ۲۰۶ھ ۸۲۱-۲۲ء، وفات ۲۶۱ھ ۸۷۵ء) علم حدیث کے مسلمہ امام کبیر ہیں جن کی شہرۂ آفاق صحیح مسلم کو یہ شرف حاصل ہے کہ ہمیشہ اَصَحُّ الْکُتُب بعد کتاب اللہ بخاری شریف کے ساتھ ساتھ اس کا بھی نام لیا جاتا ہے۔ صحیح مسلم کی شہرت اور مقبولیت کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے کہ اس کی بہت سی شروح آج تک لکھی گئی ہیں۔ مسلم کے شارحین میں حضرت امام جلال الدین سیوطیؒ اور حضرت قاضی عیاضؒ جیسے اکابرِ اُمت اور ائمہ فن کے علاوہ شافعی، مالکی، حنفی، غرضیکہ ہر مکتبِ فکر کے بزرگ شامل ہیں۔ حضرت امام مسلمؒ نے کتاب الحج باب فضل الصَّلٰوۃِ بِمَسْجِدَیْ مَکَّةَ وَالْمَدِیْنَةِ میں مندرجہ ذیل حدیث بروایت حضرت ابوہریرہؓ درج فرمائی ہے:۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَاِنِّيْ اٰخِرُ الْاَنْبِيَاءِ وَاِنَّ مَسْجِدِيْ اٰخِرُ الْمَسَاجِدِ۔[1]

یعنی میں آخری نبی ہوں اور میری مسجد آخری مسجد ہے۔

یہ حدیث جماعت احمدیہ کے نظریۂ ختم نبوت کی زبردست مؤید ہے جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کی تفسیر خود حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبانِ مبارک سے فرمائی ہے۔ یہ حدیث بھی صحیح مسلم کتاب الحج سے نکال دی گئی ہے۔ یہ حذف شدہ نسخہ شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز لاہور نے نومبر ۱۹۵۶ء میں شائع کیا ہے۔ اور اس کا ترجمہ سید انیس احمد صاحب جعفری نے کیا ہے۔

صحیح مسلم میں دوسرا تغیر و تبدل یہ کیا گیا ہے کہ کتاب الایمان میں حضرت ابوہریرہؓ کی مندرجہ ذیل دو حدیثیں جو تمام پہلے مصری اور ہندوستانی نسخوں میں موجود تھیں صرف اسلئے حذف کر دی گئیں کہ ان سے جماعت احمدیہ کا یہ مسلک بالکل صحیح ثابت ہوتا تھا کہ آنے والا مسیح ابن مریمؑ امتِ محمدیہ ہی کا ایک فرد ہوگا وہ دونوں حدیثیں یہ ہیں:۔

(۱) ..... اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ

---

[1] صحیح مسلم مصری، القسم الثانی من الجزء الاول ص۱۱۱ مطبوعہ ربیع الثانی ۱۳۴۸ ہجری (مطابق ستمبر ۱۹۲۹ء) و صحیح مسلم مع شرح کامل نووی مطبوعہ ۱۳۱۹ ہجری اصح المطابع دہلی جلد اول ص۴۴۶۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "کَیْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْیَمَ فِیْکُمْ وَاِمَامُکُمْ"

(۲) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ کَیْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ فِیْکُمْ ابْنُ مَرْیَمَ فَاَمَّکُمْ مِنْکُمْ۔ (ملاحظہ ہو صحیح مسلم مصری ایڈیشن کتاب الایمان القسم الاول من الجزء الاول صفحہ ۹۲ مطبوعہ ۱۳۴۸ھ/۱۹۲۹ء)

ستم کی انتہا یہ ہے کہ کتاب الایمان میں سے وہ پورا باب ہی کاٹ کر الگ کر دیا گیا ہے۔ جس میں حضرت امام مسلمؒ نے یہ حدیث درج فرمائی تھی اور جس کا عنوان یہ ہے: "بَابُ نُزُوْلِ عِیْسَی بْنِ مَرْیَمَ حَاکِمًا بِشَرِیْعَۃِ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ صلی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ" اس طرح صرف اس ایک باب کے حذف کے نتیجہ میں چھ حدیثیں اور متعدد آثار و اقوال صحیح مسلم کی کتاب الایمان سے نکالے جا چکے ہیں۔[1]

تفسیر مجمع البیان

مسلمانوں کے فرقہ اثنا عشریہ کے قدیم مفسر حضرت الشیخ فضل بن الحسن فضل الطبرسی المشہدی (متوفی ۵۴۸ھ/۱۱۵۳ء) نے تفسیر مجمع البیان میں سورۃ المائدہ کی آیت "فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ" کی تفسیر میں تحریر فرمایا ہے:

"قال الجبائی[2] وفی ھذہ الآیۃ دلالۃ علی انہ اماتَ عیسٰی وتوفاہ ثم رفعہ الیہ لانہ بیّن انہ کان شھیدًا علیھم ما دام فیھم فلما توفاہ اللّٰہ کان ھو الشھید علیھم لان التوفی لا یستفاد من اطلاقہ الّا الموت" (تفسیر مجمع البیان مطبوعہ ایران ۱۸۹۸ء)

یعنی جبائی کہتے ہیں کہ یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ خدا تعالیٰ نے عیسیٰؑ کو موت دے کر اُن کی روح قبض کر لی پھر اُن کا اپنی طرف رفع کیا کیونکہ حضرت عیسیٰؑ نے خدا کے سامنے یہ بیان دیا کہ وہ اپنی قوم پر اُس وقت تک گواہ تھے جب تک وہ اُن میں موجود تھے پھر جب اللہ نے اُن کی روح قبض کر لی تو اس کے بعد وہ خود ہی اُن پر گواہ تھا۔ کیونکہ مطلق "توفّی" کے لفظ سے صرف موت ہی مراد ہوتی ہے۔"

---

[1] یہ تبدیل شدہ نسخہ خلافت لائبریری ربوہ میں موجود ہے۔

[2] محمد بن عبدالوہاب الجبائی البصری المعتزلی متوفی ۳۰۳ھ/۹۱۵ء

تفسیر مجمع البیان کا یہ مقام بھی بدل گیا ہے۔ چنانچہ مکتبہ الحیات بیروت ۱۳۸۰ھ/۱۹۶۱ء میں شائع ہونے والے جدید ایڈیشن میں "اَلْمَوْتَ" سے قبل لکھا ہوا "إِلَّا" کا لفظ حذف کر دیا گیا ہے اور "لِاَنَّ التَّوَفِّيَ" کے الفاظ سے قبل حاشیہ کتابہ سے "وَهٰذَا ضَعِيْفٌ" کے الفاظ متن میں داخل کر دیئے گئے ہیں[ا]۔ حذف و الحاق کی ان دستبرد سے سارا مضمون ہی یکسر بدل گیا ہے کیونکہ اس صورت میں عبارت کا مفہوم یہ بنتا ہے کہ علامہ جبائی کا یہ قول ضعیف ہے وجہ یہ کہ مطلق "توفی" موت کا فائدہ ہی نہیں دیتی۔ حالانکہ شیخ حسن طبرسی المشہدی رح کے منشاء اور محاورۂ عرب دونوں کے بالکل برعکس ہے

ترجمۂ قرآن کریم از حضرت شاہ رفیع الدین رح

حضرت شاہ رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ کی بلند شخصیت محتاجِ تعارف نہیں (المتوفی ۱۲۴۹ھ/۱۸۳۴ء) آپ حکیم الملت حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رح کے دوسرے بیٹے اور یگانۂ روزگار اور جلیل القدر عالم اور کئی کتابوں کے مصنف تھے۔ آپ کا عظیم ترین کارنامہ قرآن عظیم کا تحت اللفظ ترجمہ ہے جس کو برصغیر پاک و ہند کے تمام تحت اللفظ تراجم میں اولیت زمانی کا فخر حاصل ہے۔ افسوس کہ یہ تاریخی ترجمہ بھی علماء کی تبدیلی کا نشانہ بننے سے محفوظ نہیں رہ سکا۔ مثلاً اس وقت ہمارے سامنے شیخ غلام علی تاجر کتب کشمیری بازار لاہور کا شائع کردہ ایک ایڈیشن موجود ہے جس پر ۱۰ مارچ ۱۹۲۶ء کی تاریخ اشاعت درج ہے۔ اس ایڈیشن کے صفحہ ۵۵۵ پر آیت "خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ" کا ترجمہ درج ذیل الفاظ میں لکھا ہے:-

"نہیں ہے محمد باپ کسی کا مردوں تمہارے میں سے ولیکن پیغمبر خدا کا ہے اور مُہر تمام نبیوں پر اور ہے اللہ ہر چیز کو جاننے والا"

حضرت شاہ رفیع الدین رح کا یہی ترجمہ حاجی ملک دین محمد اینڈ سنز تاجران کتب و پبلشرز کشمیری بازار و بل روڈ لاہور نے ستمبر ۱۳۵۲ھ/۱۹۳۳ء میں شائع کیا جس میں "مُہر تمام نبیوں پر" کے الفاظ بدل دیئے گئے اور ان کی بجائے یہ لکھ دیا گیا کہ "ختم کرنے والا ہے تمام نبیوں کا"[ا]

خلاصۂ کلام یہ کہ بزرگانِ سلف کے قدیم لٹریچر میں ترمیم، حذف اور اضافہ کی کوششیں مواعظ و خطبات، سیرت و سوانح، تصوف، عقائد اور کلام و حدیث کی کتابوں ہی میں نہیں کی گئیں بلکہ قرآن مجید کے ترجمہ اور تفسیر کو بھی ان کا نشانہ بنایا جا چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان مخالف علماء کی آنکھیں کھولے اور انہیں قبولِ حق کی توفیق بخشے۔ اللّٰھم آمین ❊

[ا] تفسیر مجمع البیان مطبوعہ بیروت ۱۳۸۰ ہجری جلد ۲ صفحہ ۴۴۷!
(کتاب کا پہلا ایڈیشن خلافت لائبریری ربوہ میں اور نیا ایڈیشن پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں موجود ہے) [۲] المتوفی ۱۱۷۶ھ/۱۷۶۲ء

[ا] قرآن مجید کے یہ دونوں نسخے راقم الحروف کے پاس موجود ہیں ❊

چوہدری محمد ظفر اللہ خان کے کھانے کے متعلق شرعی رائے اور علامہ اقبالؒ

مدیر چٹان لاہور نے لکھا ہے کہ:-

"چوہدری محمد ظفر اللہ خان نے لاہور پہنچ کر پچھلے دنوں لاہور ہائی کورٹ کے ایک فاضل جج، دو چار وکلاء اور جناب احمد سعید کرمانی کو اپنے ہاں کھانے پر مدعو کیا۔ چوہدری صاحب کے کھانے سے متعلق شرعی رائے تو علماء کرام ہی دے سکتے ہیں کہ صحیح تھا یا غلط؟"

(چٹان ۱۱ر فروری ۱۹۷۴ء)

چونکہ شورش صاحب کے لئے علامہ اقبال کی رائے اور اُن کا قول و عمل شرعی طور پر قطعی حجت ہے اسلئے ہم اپنے فاضل مضمون نگار جناب قریشی محمد عبد اللہ صاحب بی۔ اے ربوہ کے پیش کردہ مندرجہ ذیل اقتباسات درج کرتے ہیں۔ محترم قریشی صاحب موصوف نے مشہور کتاب "سفر نامہ اقبال" مرتبہ جناب محمد حمزہ صاحب فاروقی شائع کردہ مکتبہ معیار کراچی کی یہ عبارتیں پیش فرمائی ہیں:-

(اوّل) "اس مسجد (مسجد فضل لندن) کے امام مولانا فرزند علی تھے۔ انہوں نے اقبال، مہر، مولانا شوکت علی، چوہدری محمد ظفر اللہ خان، حافظ ہدایت حسین، فضل الحق، عبد المتین چوہدری اور چند دیگر اصحاب کو لنچ کی دعوت دی۔ پُر تکلف لنچ کے بعد مولانا فرزند علی نے قرب و جوار کے نو مسلم انگریزوں سے ملایا۔ بعض عورتوں، بچوں اور نوجوانوں نے قرآن کی سورتیں تلاوت کیں۔ ان کا تلفظ اچھا نہ تھا لیکن ایک انگریز نوجوان عبد الرحمٰن ہارڈی نے حُسنِ قراءت اور صحتِ تلفظ کے ساتھ چند سورتیں سُنائیں۔ ایک چھ سات سالہ بچی نے سورۂ فاتحہ سُنائی جس پر حضرت علامہ (اقبال) نے خوش ہو کر اُسے ایک پاؤنڈ انعام دیا۔ محفلِ قراءت کے بعد حضرت علامہ اقبال نے ایک مختصر سی تقریر کی۔ آپ نے فرمایا۔ آپ حضرات اپنی قلتِ تعداد سے دل شکستہ نہ ہوں۔ دُنیائے اسلام کے چالیس کروڑ فرزندانِ توحید آپ کے بھائی، آپ کے ہم قوم اور آپ کے ساتھی ہیں"

(سفر نامہ اقبال صفحہ ۲۴)

(دوم) **۱۹۳۱ء کے سفر کا اقتباس**:-

"قاہرہ ــــ اسٹیشن پر بہت سے حضرات استقبال کے لئے آئے جن میں رابطہ ہندیہ کے ارکان شیخ محمود احمد عرفانی، ماسٹر امام الدین سیالکوٹی، خورشید عالم، محمد حسین، شیخ محمد اسمٰعیل وغیرہ اور

جامعۂ ازہر کے ہندوستانی طلباء قابلِ ذکر ہیں..... چار بجے جمعیۃ الرابطۃ الھندیۃ کی جانب سے چائے کی دعوت تھی..... مدیرِ جریدہ نما شیخ محمود احمد عرفانی نے تقریر کی۔ انہوں نے اقبال اور مہر کی خدماتِ ملّی کا بالتفصیل تذکرہ کیا..... حضرت علّامہ نے سپاسنامہ اور تقریروں کے جواب میں ارکین جمعیۃ کا اپنی اور مولانا مہر کی طرف سے شکریہ ادا کیا" (سفرنامہ اقبال صفحہ ۱۳۴ تا ۱۳۹)

(سوم) "اگلے روز ۲ دسمبر کی صبح کو مولوی جلال الدین ہندی تشریف لائے۔ انہوں نے فرمایا کہ وہ اگلے روز ہندوستان جا رہے ہیں اسلئے حضرت علّامہ اور مہر دوپہر کا کھانا اُن کے ساتھ کھائیں اس دعوت میں انہوں نے شام کے مجاہد ڈاکٹر عبدالرحمٰن شہبندر کو بھی مدعو کیا ہے.... کھانے کا انتظام شام کے مشہور تاجر محی الدین الحصنی کے مکان پر تھا.... کھانے پر آپ حضرات کے صاحبِ محی الدین الحصنی کے بھائی منیر الحصنی بھی موجود تھے جو شام میں وکالت فرماتے تھے اور بے حد غیرت مند اور مخلص انسان تھے۔"

(سفرنامہ اقبال صفحہ ۱۳۸-۱۳۹)

الفرقان۔ امید ہے کہ علّامہ اقبال کے اس قولی و عملی فتویٰ سے مدیرِ چٹان کی تسلی ہو جائیگی۔ باقی علّامہ اقبال خود جناب چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحب کے ساتھ کھانا تناول فرماتے رہے ہیں۔ اس کے واقعات بھی بکثرت ہیں +

رفعِ درجاتِ مرحومین کے لئے دُعا

مدّ توسیعِ اشاعت

۱۔ محترم حاجی محمد شریف صاحب سیکرٹری جائداد گوجرانوالہ کی اہلیہ محترمہ محمودہ بیگم صاحبہ اور ان کی صاحبزادی بشریٰ بیگم صاحبہ جلسہ سالانہ ربوہ ۱۹۷۳ء سے واپسی پر گوجرانوالہ کے قریب کہر کے باعث بس کے راجباہ میں گر جانے سے حادثہ کا شکار ہو گئیں اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

محترم حاجی صاحب نے تدفین کے موقعہ پر ربوہ میں بتایا تھا کہ انکی اہلیہ مرحومہ نے یہ بھی کہا تھا کہ ماہنامہ الفرقان کی توسیع اشاعت کے لئے امداد کی جائے چنانچہ انہوں نے اور انکے فرزند محترم محمد حنیف صاحب شمس نے مجموعی طور پر ہر دو مرحوم خواتین کی طرف سے اڑھائی صد روپیہ اس مد میں بطور اعانت فنڈ عنایت فرمایا جزاھم اللہ خیراً۔ اللہ تعالےٰ ہر دو شہید مرحومہ کے درجات بلند فرمائے آمین۔

۲۔ محترم میاں احمد الدین صاحب زرگر کالا گوجراں ضلع جہلم ۱۹ اکتوبر ۱۹۷۳ء کو وفات پا گئے ہیں۔ مرحوم بہت نیک بزرگ تھے۔ اُن کے فرزند میاں عبدالعزیز صاحب زرگر نے پچاس روپے بھجوا کر الفرقان چند احباب کے نام جاری کروائے ہیں۔ دُعا ہے اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند کرے آمین۔

(خاکسار ابوالعطاء جالندھری)

الفرقان۔ مد توسیع اشاعت سے لائبریریوں اور غیر احمدی طالبانِ حق کے نام الفرقان جاری کئے جا چکے بقیہ رقم سے دس احمدی غریب احباب نصف قیمت یعنی پانچ روپے (سال بھر کے دس روپے کی بجائے) بھیج کر سال بھر کیلئے رسالہ جاری کرا سکتے ہیں۔

(مینیجر الفرقان ربوہ)

وصــــــــــایا

مسل نمبر ۲۱۰۴۲ میں قدرۃ اللہ ولد فضل دین صاحب قوم راجپوت کھوکھر پیشہ زمینداره عمر ۶۹ سال پیدائشی احمدی ساکن ماہرہ ضلع شیخوپورہ بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۱۱/۴ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری موجودہ جائداد حسب ذیل ہے (۱) مکان واقع دارالرحمت غربی 7A/۴۳ رقبہ ۹ مرلے مالیتی ۱۰۰۰/- روپے (۲) زرعی زمین ڈیڑھ ایکڑ مالیتی ۲۵۰۰/- روپے میں اپنی مندرجہ بالا جائداد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا ہوں۔ اگر اس کے بعد کوئی جائداد یا آمد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہونگا اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی نیز میری وفات پر میرا جو ترکہ ثابت ہو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے منظور فرمائی جائے۔ العبد قدرۃ اللہ ولد فضل دین صاحب ماہرہ ڈاکخانہ نانواں ضلع شیخوپورہ۔ گواہ شد محمود احمد مربی سلسلہ عالیہ احمدیہ حلقہ پوہلہ مہاراں ضلع سیالکوٹ۔ گواہ شد دین محمد بقلم خود محلہ دارالبرکات ربوہ۔

مسل نمبر ۲۱۰۴۳ میں انور حسین نابینا ولد ماسٹر حسن دین صاحب قوم شیخ پیشہ مزدوری عمر ۲۴ سال بیعت ۱۹۵۲ء ساکن لاہور بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۱۷/۴ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری موجودہ جائداد حسب ذیل ہے۔ ایک کوٹھی نمبر ۱۲۶ پلاٹ B-3 واقع کریم بخش پارک گیا راوی روڈ لاہور مالیتی ۴۸۰۰۰/- روپے میں اپنی مندرجہ بالا جائداد کے ۱/۴ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا ہوں اگر اسکے بعد کوئی جائداد پیدا کروں تو اسکی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہونگا اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی نیز میری وفات پر میرا جو ترکہ ثابت ہو اسکے بھی ۱/۴ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی۔ اسوقت مجھے مبلغ ۲۰/- روپے ماہوار ہے میں تا زیست اپنی آمد کا جو بھی ہوگی ۱/۴ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا رہوں گا۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے منظور فرمائی جائے۔ العبد انور حسین ولد ماسٹر حسن دین مکان ۱۲ گلی ۳ گوردوارہ رحمن نگر سرکلر روڈ لاہور۔ گواہ شد چوہدری ارشاد احمد ایڈووکیٹ۔ جنرل سیکرٹری اصلاح وارشاد بھاٹی گیٹ لاہور۔ گواہ شد شیخ محبوب الہی بقلم خود گمٹی بازار لاہور۔

مسل نمبر ۲۱۰۴۴ میں احسان الحق ولد عبدالحق صاحب قوم جٹ تیال پیشہ ملازمت عمر ۱۸ سال پیدائشی احمدی ساکن ربوہ بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۱۲/۴ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائداد اسوقت کوئی نہیں میرا گزارہ ماہوار آمد پر ہے جو اسوقت ۶۶/- روپیہ ہے۔ میں تا زیست اپنی ماہوار آمد کا جو بھی ہوگی کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا ہوں اور اگر کوئی جائداد اسکے بعد پیدا کروں تو اسکی اطلاع مجلس کارپرداز کو کر دی جائیگی اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی نیز میری وفات پر میرا جو ترکہ ثابت ہو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ فرمائی جائے۔ العبد احسان الحق۔ گواہ شد محمد ابراہیم سیکرٹری انصار اللہ مرکزیہ۔ گواہ شد غلام نبی سیکرٹری امور عامہ دارالنصر غربی ربوہ۔

مسل نمبر ۲۱۰۴۵ میں عبدالعزیز ولد میاں عمر دین صاحب مرحوم قوم گوجر پیشہ ملازمت عمر ۲۷ سال پیدائشی احمدی ساکن کراچی بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۶/۴ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائداد اسوقت کوئی نہیں میرا گزارہ ماہوار آمد پر ہے جو اسوقت ۸۰۰/- روپیہ ہے میں تا زیست اپنی ماہوار آمد کا جو بھی ہوگی کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا ہوں اور اگر کوئی جائداد اسکے بعد پیدا کروں تو اسکی اطلاع مجلس کارپرداز کو کر دی جائیگی اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی نیز میری وفات پر میرا جو ترکہ ثابت ہو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ فرمائی جائے۔ العبد عبدالعزیز معرفت کیپٹن سید فتح حسین احمدیہ ہال میگزین لین کراچی ۳

گواہ شد نذیر احمد سیکرٹری مال جماعت احمدیہ کراچی۔ گواہ شد مبارک احمد ایڈیشنل سیکرٹری تحریک جدید ٭

مسل ۲۱۰۴۹ میں عبد المالک ولد میاں دین محمد صاحب قوم بھوپال پیشہ ملازمت عمر ۲۶ سال پیدائشی احمدی ساکن باٹھانوالہ ضلع سیالکوٹ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۱۲/۱۴ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائداد اسوقت کوئی نہیں میرا گزارہ ماہوار آمد پر ہے جو اسوقت -/۱۹۰ روپیہ ہے میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا جو بھی ہوگی کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا ہوں اور اگر کوئی جائداد اسکے بعد پیدا کروں تو اسکی اطلاع مجلس کارپرداز کو کر دی جائیگی اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی نیز میری وفات پر میرا جو ترکہ ثابت ہو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ فرمائی جائے۔ العبد عبد المالک ولد میاں دین محمد باٹھانوالہ ڈاکخانہ خاص براستہ بدوملہی ضلع سیالکوٹ۔ گواہ شد غلام نبی ولد میاں دین محمد مرحوم گنج مغلپورہ لاہور۔ گواہ شد عبد القدیر شاہین ابن محمد شفیع صاحب گنج مغلپورہ لاہور ٭

مسل ۲۱۰۵۷ میں کرم دین طاہر ولد نواب دین صاحب قوم گجر پیشہ ملازمت عمر ۴۰ سال بیعت ۱۹۶۱ء ساکن درہ شرخان ضلع پونچھ آزاد کشمیر بقائمی ہوش و حواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۱/۱۲ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں میری جائداد اس وقت کوئی نہیں میرا گزارہ ماہوار آمد پر ہے جو اسوقت -/۸۷ روپیہ ہے میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا جو بھی ہوگی کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا ہوں اور اگر کوئی جائداد اسکے بعد پیدا کروں تو اسکی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہونگا اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی نیز میری وفات پر میرا جو ترکہ ثابت ہو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ فرمائی جائے۔ العبد کرم دین طاہر ولد نواب دین صاحب معرفت وقف جدید ربوہ۔ گواہ شد گلزار احمد مسلم وقف جدید ربوہ۔ گواہ شد صوفی عبد الغفور کارکن وقف جدید ربوہ ٭

مسل ۲۱۰۵۸ میں محمد بشیر شاد ولد میاں محمد عالم صاحب قوم راجپوت پیشہ ملازمت عمر ۲۴ سال پیدائشی احمدی ساکن ربوہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۱۲/۱۴ ۲۰ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں میری موجودہ جائداد حسب ذیل ہے سکنی اراضی ایک کنال واقع دارالعلوم ربوہ قیمت -/۹۳۷۵ روپے میں اپنی مندرجہ بالا جائداد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا ہوں۔ اگر اسکے بعد کوئی جائداد یا آمد پیدا کروں تو اسکی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہونگا اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی نیز میری وفات پر میرا جو ترکہ ثابت ہو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی۔ اسوقت مجھے مبلغ -/۲۰۲ روپے ماہوار آمد ہے میں تازیست اپنی آمد کا جو بھی ہوگی ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا رہونگا۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے منظور فرمائی جائے۔ العبد محمد بشیر شاد کوارٹر تحریک جدید ربوہ۔ گواہ شد خورشید احمد صدر محلہ دار الصدر جنوبی ربوہ۔ گواہ شد قاضی محمد یوسف کارکن وکالت تبشیر ربوہ ٭

مسل ۲۱۰۵۹ میں چوہدری غلام رسول ولد محمد حسین صاحب قوم اعوان پیشہ ملازمت عمر ۳۰ سال ساکن سلیم پور ضلع سیالکوٹ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۱۲/۱۴ ۲۸ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائداد اسوقت کوئی نہیں میرا گزارہ ماہوار آمد پر ہے جو اسوقت -/۱۹۰ روپے ہے میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا جو بھی ہوگی کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا ہوں اور اگر کوئی جائداد اسکے بعد پیدا کروں تو اسکی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہونگا اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی نیز میری وفات پر میرا جو ترکہ ثابت ہو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ سے نافذ فرمائی جائے۔ العبد غلام رسول۔ گواہ شد محمد شفیع صدر موصیان واہ کینٹ۔ گواہ شد [illegible]

خوشگوار ماحول — مستعد سروس

ہم اس اعلان میں خوشی محسوس کرتے ہیں کہ

قیصر ہوٹل اینڈ ریسٹورنٹ

ایرکنڈیشنڈ میں

مٹن لیگ MUTAN LEG

چکن تکہ CHIKAN TIKKA

اس کے علاوہ

دیگر دیسی کھانے بھی اصلی دیسی گھی میں تیار ہوتے ہیں!

قیصر ہوٹل اینڈ ریسٹورنٹ (ایرکنڈیشنڈ)

کچہری روڈ کراچی

فون : ۲۳۰۲۷۹

• شہزین

• شہزین

• شہزین

مرض اٹھرا کی بہترین دوا

حکیم نظام جان اینڈ سنز

ربوہ — ٹنڈو محمد خان — گوجرانوالہ

ہر قسم کا سامان سائنس

واجبی نرخوں پر خریدنے کے لئے

الائیڈ سائنٹیفک سٹور

گنپت روڈ۔ لاہور

کو

یاد رکھیں

اسلام کی روز افزوں ترقی کا آئینہ دار

ماہنامہ

تحریک جدید

آپ خود بھی یہ ماہنامہ پڑھیں اور

غیر از جماعت دوستوں کو پڑھائیں

چندہ سالانہ صرف دو روپے

— (مینجنگ ایڈیٹر)

الفردوس

انارکلی میں

لیڈیز کپڑے کے لئے

آپ کی اپنی

دکان ہے

الفردوس

۸۵ - انارکلی ۔ لاہور

مفید اور مؤثر دوائیں

نور کا جل

ربوہ کا مشہور عالم تحفہ

آنکھوں کی صحت اور خوبصورتی کیلئے نہایت مفید

خارش، پانی بہنا، بھینی، ناخنہ، ضعفِ بصارت وغیرہ امراضِ چشم کے لئے نہایت ہی مفید ہے ۔ عرصہ ساٹھ سال سے استعمال میں ہے ۔

قیمت خشک و تر فی شیشی سوا روپیہ

تریاقِ اٹھرا

اٹھرا کے علاج کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی بہترین تجویز جو نہایت عمدہ اور اعلیٰ اجزاء کے ساتھ پیش کی جا رہی ہے ۔

اٹھرا بچوں کا مُردہ پیدا ہونا، پیدا ہونے کے بعد جلد فوت ہو جانا یا چھوٹی عمر میں فوت ہو جانا یا لاغر ہونا ان تمام امراض کا بہترین علاج ہے ۔

قیمت پندرہ روپے

خورشید یونانی دواخانہ رجسٹرڈ
گول بازار ربوہ ۔ فون نمبر ۵۳۸

(طابع و ناشر ۔ ابوالعطاء جالندھری ؛ پرنٹر ۔ سید عبدالحی ؛ مطبع :- ضیاء الاسلام پریس ربوہ ؛ مقامِ اشاعت :- دفتر الفرقان ربوہ)

شیزان
گھر بھر کی خوشی
اور صحت کا
ضامن ہے
Peach Jam
HOT KETCHUP
HOT KETCHUP
Shezan
Made from whole oranges
Plum Jam
شیزان
انٹرنیشنل لمیٹڈ
بند روڈ، لاہور

March 1974 Regd. No L 5708

Monthly AL-FURQAN Rabwah

FINE

MARBLE INDUSTRIES (Regd.)

MARBLE SPECIALISTS, ARTISTS, PROCESSORS
EXPORTERS & IMPORTERS

- ★ Artistic
- ★ Marble
- ★ Handicrafts
- ★ Flooring
- ★ Stairs
- ★ Fountains
- ★ Bird Baths

and all others decorations best & selected quality guaranteed.

For your Bungalows, Houses, Buildings, Gardens, Theatres, Bathrooms, and other requirement our Factory can supply you Marble of different colours i.e., White Black — Pink — Maroon — Grey — Zebra and white with green Lines and Shades, of all sizes tiles and slabs. We specially manufacture tile of Baths 4"x4"x8"3/8 and 6"x6"x3/8" at very reasonable competitive rates Kindly contact our SALE CENTRE for your requirements of MARBLE.

2, South East Corner,
Central Com. Area off Tariq Road,
Opp. P.B.S. Petrol Pump
P.E.C.H.S. KARACHI—29.

Managing Partner :

Fine Marble Industries

27/268, Industrial Area,
KORANGI, (KARACHI)
Phone 414248

Title printed at Nusrat Art Press, Rabwah